بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمائلِ نبوی ﷺ

کا ایمان افروز مرقع

تالیف

مولانا عبد القیوم حقانی

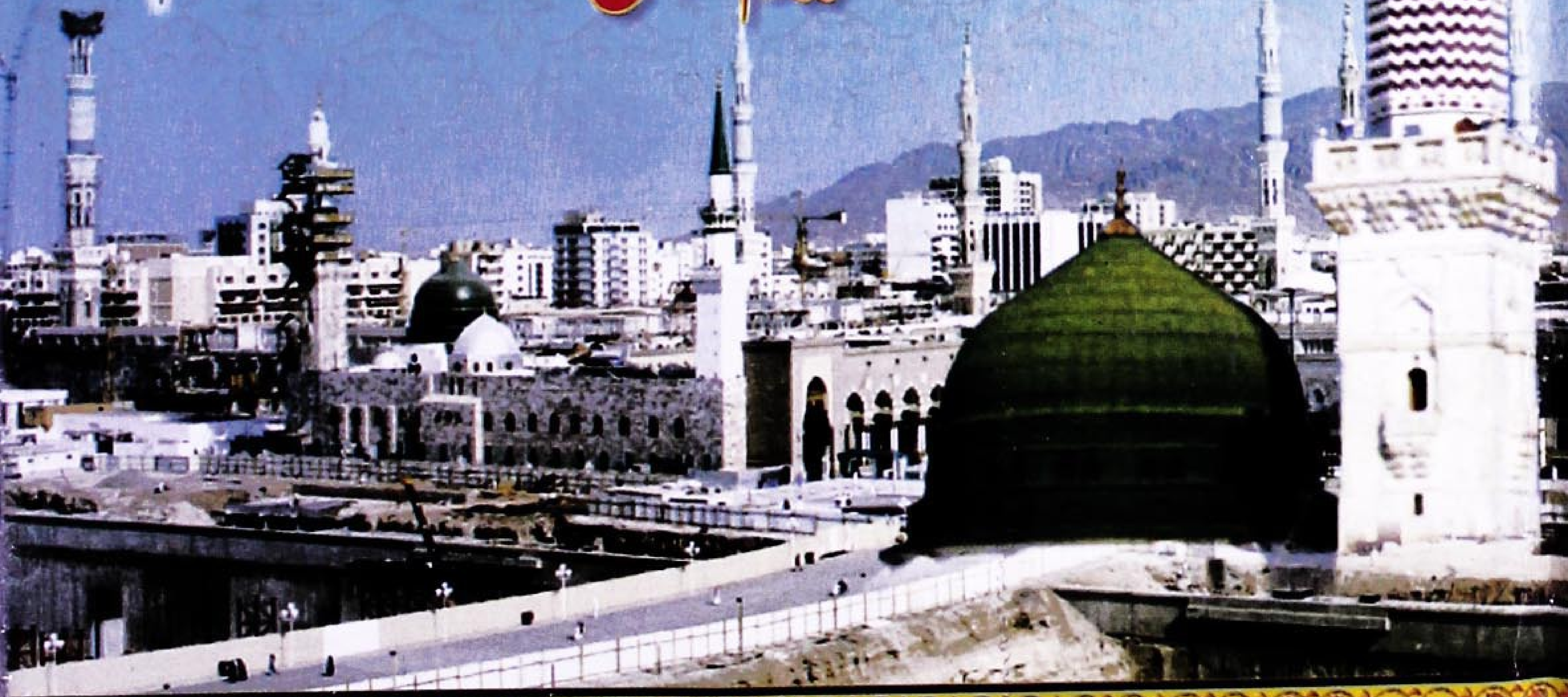

القاسم اکیڈمی ● جامعہ ابوھریرہ

خالق آباد ● ضلع نوشہرہ ● سرحد-پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمائلِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کا ایمان افروز مرقع

تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

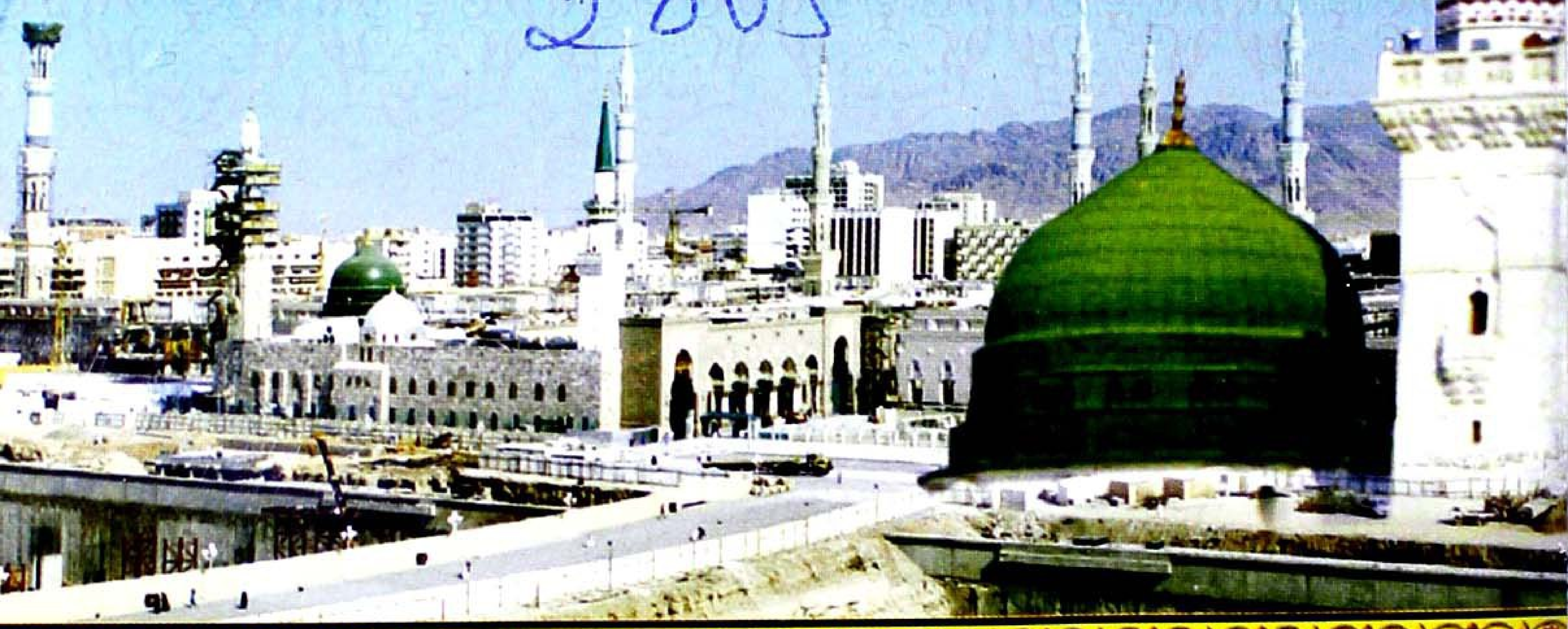

القاسم اکیڈمی ● جامعہ ابوھریرہ

خالق آباد ● ضلع نوشہرہ ● سرحد - پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

سلسلہ: ۸

شمائلِ نبوی ﷺ کا
ایمان افروز مرقّع

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا عبدالقیوم حقانی

حضور اقدس ﷺ کے اسماء مبارکہ، پانچ صفاتی ناموں کی تشریح، اسم محمد و احمد کی توضیح، گذرِ اوقات کے احوال ، الفقر فخری کے عملی نمونے، مدنی زندگی کے آخری لمحات ، عمر مبارک میں قولِ راجح کی تعیین، وصال مبارک، تاریخ وصال، موت کی شدت و نرمی ، نزع میں استقلال، صحابہؓ غم سے نڈھال، غسل کا مرحلہ، مقامِ تدفین، یومِ تدفین کی روایات میں تطبیق، نمازِ جنازہ کی نوعیّت و تفصیلات، مسئلہ خلافت و امیر کا انتخاب، ترکہ و وراثت، خواب میں زیارت و ملاقات، طالبانِ علومِ نبوت کے لئے وصیتیں، اتباعِ سنت کی تاکید ، شمائل ترمذی کی سینتالیس (۴۷) احادیث کی تشریح و توضیح

القاسم اکیڈمی

جامعہ ابوھریرہ خالق آباد برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ

فون وفیکس ! 0923(630237)630094

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ''القاسم اکیڈمی'' محفوظ ہیں

84652

نام : شمائل نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقع

تصنیف : عبدالقیوم حقانی

ضخامت : 153 صفحات

پروف ریڈنگ : استاذ العلماء مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ

کمپوزنگ : مولوی گل رحمٰن رکن القاسم اکیڈمی

تاریخ اشاعت : شوال ۱۴۲۶ھ نومبر 2005ء

تعداد بارِ اول : 1100

قیمت :

ناشر : القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

ملنے کے پتے

- صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی ۷۴۸۰۰
- مولانا سید محمد حقانی مدرس جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ
- کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی
- مولانا خلیل الرحمٰن راشدی، جامعہ ابوہریرہ چنوں موم سیالکوٹ
- مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

Marfat.com

خصائل اور شمائل نبوی ﷺ

پر

مولانا عبدالقیوم حقانی

کی علمی اور عظیم تاریخی کاوشیں

نام کتاب	صفحات
۱ شرح شمائل ترمذی (۳ جلد مکمل)	۱۶۰۸
۲ جمالِ محمد ﷺ کا دلربا منظر	۲۰۶
۳ روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں	۱۵۶
۴ ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضو افشانیاں	۲۱۰
۵ آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں	۲۰۲
۶ محبوبِ خدا ﷺ کی دلربا ادائیں	۱۹۷
۷ محبوبِ خدا ﷺ کی عبادت واعتدال	۱۸۷
۸ خصائل نبوی ﷺ کا دلآویز منظر	۱۶۶
۹ شمائل نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقع	۱۵۳

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

فون وفیکس ! 630094---630237(0923)

Marfat.com

نہ ممکن ہو سکی تکمیلِ شرحِ مدعا مجھ سے
بہت عنوان بدلے لاکھ اندازِ بیاں بدلا

مجھ کو رہنے دو یونہی محوِ تماشائے جمال
نہیں ہوتی جو میرے شوق کو سیری نہ سہی

ذرا اے بے خودی میری مجھے اتنا تو بتلا دے
کہ طے کرکے یہ منزل پھر کہاں ہوگا گذر اپنا

Marfat.com

فہرستِ مضامین

شمائلِ نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقّع

عنوان	صفحہ
مقدمہ ----------------	۱۱
باب ماجآء فی اسماء رسول اللہ ﷺ	۱۹
باب! حضورِ اقدس ﷺ کے اسماءِ مبارکہ کے بیان میں	
لفظِ اسماء کا معنیٰ کا مصداق ----	۱۹
آپ ﷺ کے پانچ صفاتی نام -	۲۰
اسم ''محمد'' کی تشریح --------	۲۰
اسم ''احمد'' کی تشریح --------	۲۱
''الماحی'' کی تشریح --------	۲۳
الحاشر ------------	۲۳
العاقب ------------	۲۳
نبی الرحمۃ ------------	۲۵
نبی التوبۃ ------------	۲۶
المقفی ------------	۲۷
نبی الملاحم ------------	۲۷
باب ماجآء فی عیش النبی ﷺ	
باب! حضورِ اقدس ﷺ کے گذرِ اوقات کے بیان میں	۲۹
تکرارِ باب کیوں؟ --------	۲۹
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی توجیہات	۲۹

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
چند کھجوروں پر قناعت -------	۳۱	''عناق'' اور ''جدی'' کا معنیٰ ---	۴۸
اُمت چار گروہوں میں بٹ گئی --	۳۲	ضیافت میں وسعت --------	۴۸
اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کے عملی نمونے ---	۳۳	مخلص خادم کیلئے انعام کا اعلان --	۴۹
گھر میں تین تین ماہ تک آگ نہ جلتی	۳۴	جو آقا کی مرضی وہی غلام کی مرضی -	۴۹
بعض اوقات گھر میں چراغ کا تیل بھی میسر نہ ہوتا	۳۵	غلام کا انتخاب اور وجہ انتخاب ---	۵۰
شدت بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھنا	۳۶	اخذِ مسائل -----------	۵۰
ایک اشکال سے جواب ------	۳۶	غلاموں سے حُسنِ سلوک کی تاکید -	۵۰
واقعات متعدد ہو سکتے ہیں -----	۴۱	ہر انسان کے دو مشیر --------	۵۱
حضرت صدیق اکبرؓ کو حضورِ اقدس	۴۱	پہلا شخص جس نے اللہ کے راستے میں کافر کا خون بہایا	۵۲
صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال مناسبت حاصل تھی -	۴۱	اللہ کی راہ میں پہلا تیر چلانے والا -	۵۳
حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عاشقانہ انداز	۴۳	صحابہ کرامؓ کی غربت وفقر کا ایک منظر	۵۳
حضرت عمرؓ کی حاضری -------	۴۴	سریة الخبط -----------	۵۳
ابوالہیثم انصاریؓ --------	۴۴	قصہ سعدؓ کا پسِ منظر ------	۵۴
محبوب درِ دولت پر -------	۴۴	حضرت سعدؓ کا استدلال ------	۵۶
اخذِ مسائل ---------	۴۴	حضرت عمر فاروقؓ کی پیشگی ناکہ بندی	۵۷
تمام نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا	۴۶	المربد --------------	۵۸
پیٹ بھر کر کھانا کھانا -------	۴۷	بصرہ --------------	۵۸
صحابیؓ اور انکے اہل وعیال پر شفقت	۴۷	مقام بصرہ میں کاروان کا پڑاؤ ---	۵۹

Marfat.com

عنوان	صفحہ
فذکروا کی ضمیر کا مرجع	۵۹
تعمیر بصرہ کی تکوینی منصوبہ بندی	۵۹
ایک چادر کے بھی دو ٹکڑے کر لیے	۶۰
ایک بے مثال دورِ حکومت	۶۰
آغازِ اسلام میں کفار کی مزاحمت بہت شدید تھی	۶۲
خوراک کی معمولی مقدار پر دو ہفتے گزارہ کرتے رہے	۶۲
ضفف کا معنیٰ	۶۴
صبح اور شام کے کھانے میں معمول	۶۴
مدنی زندگی کے آخری لمحات کا منظر	۶۶
باب ماجاء فی سن رسول اللہ ﷺ باب! حضورِ اقدس ﷺ کی عمر مبارک کے بیان میں	۶۷
لفظِ سن کا معنیٰ اور تشریح	۶۷
عمر مبارک میں قولِ راجح کی تعیین	۶۸
اصح الراویات	۶۹
پہلی روایت کی تائید	۷۰
دفعِ تعارض	۷۱
تاویلِ روایت	۷۲
حضرت انسؓ کی روایت میں تاویل	۷۳
باب ماجاء فی وفات رسول اللہ ﷺ باب! حضورِ اقدس ﷺ کی وفات کے بیان میں	۷۴
لفظِ وفاۃ کا معنیٰ	۷۴
ورق مصحف کے ساتھ رُخِ انور کی تشبیہ	۷۵
عرضِ نظارہ	۷۶
تاریخِ وصال میں اختلاف	۷۶
مسجد تشریف آوری تین مرتبہ ہوئی	۷۷
وقتِ وفات کی مختلف روایات کی تطبیق	۷۷
مفاخرہ سیدہ عائشہؓ	۷۹
دو روایتوں کا تعارض اور اس کا جواب	۸۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ
استنباطِ مسائل	۸۰
نزع میں استقلال اور توجہ الی اللہ کا اہتمام	۸۱
علامہ البیجوریؒ کی تشریح	۸۱
قبضِ روحؐ میں اعزازِ خداوندی	۸۲
موت کی شدت اور نرمی	۸۴
حاصلِ بحث	۸۵
مقامِ تدفین میں اتفاق	۸۶
شانِ صدیق اکبرؓ	۸۶
تقبیلِ میت سنت ہے	۸۸
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والہیت	۸۹
اوصاف میّت کا بیان جائز ہے	۹۰
نورِ نبوت کی ضیاپاشیاں	۹۱
اور جب وصال ہوا	۹۲
سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کا مرثیہ	۹۳
پیر کا روز یومِ وصال ہے	۹۴
تدفین میں تاخیر کیوں؟	۹۵
یومِ تدفین کی روایات میں تطبیق	۹۶
انبیاء پر بیہوشی آسکتی ہے، مگر جنون نہیں	۱۰۰
نرم دلی صدیق اکبرؓ کی طبعی افتاد تھی	۱۰۱
صواحباتِ یوسفؑ کے ساتھ تشبیہ	۱۰۱
قولِ اوّل	۱۰۱
قول دوم	۱۰۲
صدیق اکبرؓ نے امتثالِ امر کو ترجیح دی	۱۰۲
جن خوش نصیبوں پر حضورؐ نے تکیہ فرمایا تھا	۱۰۳
آپؐ کا وصال، اُمت کیلئے عظیم صدمہ	۱۰۳
نمازِ جنازہ کی نوعیت و تفصیلات	۱۰۴
مدفنِ مبارک	۱۰۶
غسل کا مرحلہ	۱۰۶
مسئلہ خلافت اور امیر کا انتخاب	۱۰۷
ابوبکر صدیقؓ کی تین امتیازی خصوصیات	۱۰۸
حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کی زندگی میں	۱۰۹
آپؐ کی نیابت فرمائی	۱۰۹
ایک اعتراض کا جواب	۱۰۹
حضورؐ کے وصال پر صحابہؓ غم سے نڈھال ہوگئے	۱۱۰
لفظِ ''فرط'' کا معنیٰ	۱۱۲
فوت ہونیوالے چھوٹے بچے ذخیرۂ آخرت بنیں گے	۱۱۳
حضورؐ کی جُدائی سب سے بڑا صدمہ ہے	۱۱۳

Marfat.com

عنوان	صفحہ
باب ماجآء فی میراث رسول اللہ ﷺ	۱۱۵
باب! حضورِ اقدس ﷺ کے ترکہ کے بیان میں	
حضورِ اقدس ﷺ کی وراثت --	۱۱۵
ترکۂ انبیاء کے وارث نہ ہونے کی حکمتیں	۱۱۶
سیدہ فاطمہؓ کے سوال کا منشاء اور تفصیلی جواب	۱۱۸
حضورِ اقدس ﷺ کا جمیع ترکہ --	۱۱۹
حضرت ابوبکرؓ نے مسئلہ شرعی کی وضاحت	۱۱۹
کردی انبیاء کے عیال کے نفقہ کا مسئلہ	۱۲۰
حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی باہمی خصومت کی حقیقت	۱۲۲
ابوداؤد کی روایت --------	۱۲۲
اصل مسئلہ --------------	۱۲۳
نہی اور نفی کی صورت میں مراد کی تعیین	۱۲۵
مولانا محمد زکریاؒ کی مزید توضیح ----	۱۲۶
بعض اعتراضات کے جوابات --	۱۲۷
الحاصل ----------	۱۲۷

عنوان	صفحہ
تفصیلی قصہ ------------	۱۲۹
باب ماجآء فی رؤیۃ رسول اللہ ﷺ فی المنام	۱۳۵
باب! حضورِ اقدس ﷺ کے خواب میں دیکھنے کے بیان میں	
لفظِ رؤیۃ اور رؤیا کا معنیٰ اور فرق --	۱۳۵
حقیقتِ خواب -----------	۱۳۵
منامی حقائق اور مسلکِ اہل سنت والجماعت	۱۳۶
شیطان، حضورؐ کی شکل وصورت نہیں بنا سکتا	۱۳۸
ایک طے شدہ امر ---------	۱۳۹
شیخ مدنیؒ کی تقریر ----------	۱۳۹
امرِ منامی کی شرعی حیثیت -----	۱۴۰
امامِ شاطبیؒ کا نقل کردہ قصہ -----	۱۴۰
توضیح ------------	۱۴۵

Marfat.com

عنوان	صفحہ
رویتِ حق کا معنیٰ	۱۴۶
مومن کا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے	۱۴۷
طالبانِ علوم نبوت کے لئے دو خصوصی نصیحتیں	۱۴۹
منقولات کے اتباع کا اہتمام	۱۴۹
امامِ عبداللہ بن مبارکؒ	۱۴۹
اتباعِ سنت کی تاکید	۱۵۰
گذشتہ باب سے مناسبت	۱۵۰
علمِ حدیث میں اُستاذ کا انتخاب	۱۵۱
علمِ حدیث‘ دین ہے	۱۵۱
تکمیل روایت	۱۵۱
امام ترمذیؒ کی غرضِ ایرادِ اثر	۱۵۲
باب سے مناسبت	۱۵۲

Marfat.com

مُقدّمہ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوٰة والسلام علی خاتم الرسالة

۱۹۹۱ء کی بات ہے برطانیہ کے شہر ہیلی فیکس میں سیرت النبی ﷺ کے سلسلے میں ایک جلسہ کے اختتام پر ایک بہت بڑا اجتماع منعقد ہوا، رجالِ دین اور اربابِ دانش نے اپنے اپنے انداز میں حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی، اس موقع پر ایک حبشی نژاد کالے مسلمان نے انگریزی میں ایک آزاد نعتیہ نظم پیش کی وہ نعت کیا تھی، ذوق و وجدان کی ایک پوری کائنات تھی، اس نعت کے محض الفاظ و حروف ہی مرصّع نہیں تھے بلکہ بذاتِ خود انقلابِ فکر و خیال کا مرقع تھی اور متن تو روح پرور تھا ہی مفہوم بھی دلکش اور دل نشین تھا، انگریزوں کی اچھی خاصی تعداد بھی اس اجتماع میں موجود تھی، اس نظم کا مفہوم کچھ یوں تھا۔

"زمین و آسمان کے خالق نے انسان کو پیدا کیا ---اس کا مقدر بھی لکھ دیا۔ دولت مند کو آسودگی ملی اور غریب کو فاقہ مستی ---ایک میں تھا---کہ خالق نے مجھے سیاہ رنگت دے دی ---دنیا کے کسی خطے نے مجھے گوارا نہ کیا---گورے نے مجھے بیڑیاں ڈال دیں ---اور نفرت سے کہا "تم کالے ہو" ---تم غلام ابن غلام ہو---میرے مویشی چراؤ---میرے زمینوں پر ہل چلاؤ---کہ تم محکوم اور غلام ہو---میں نسل در نسل پستا رہا---پھر اچانک عرب کے صحرا سے---خطہ بے آب و گیاہ سے---ایک پیکر رحمت اٹھا---اس نے ہاتھ پھیلا کر مجھے بلایا اور کہا "میری جانب بڑھو" ---میں تمہاری

Marfat.com

زنجیریں توڑنے والا ہوں ۔۔۔ تمہیں مبارک ہو کہ آج کے بعد ۔۔۔ ''کسی گورے کو تم پر کوئی فضیلت نہ ہوگی'' وہ کون تھا؟ ۔۔۔ جس نے مجھے آغوشِ رحمت میں لے لیا ۔۔۔ محمدؐ ۔ بلالِ حبشیؓ کا آقا ۔۔۔ محمد ﷺ ۔

0

اس نظم کا مفہوم ذہن میں رکھ کر اس وقت کی دنیا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لائیے تو ساری بات سمجھ میں آجائے گی۔

کوئی نہ ماننے پر تل جائے تو اس کی مرضی ورنہ وہی انقلاب ''انقلابِ کامل'' تھا جو انسانِ کامل کے ہاتھوں پندرہ صدیاں قبل برپا ہوا تھا، جس کے نتیجے میں لفظ و معنیٰ کے درمیان سب فاصلے مٹ گئے، مساوات کا مطلب تھا تمیزِ بندہ و آقا کا خاتمہ، آزادی کا معنیٰ تھا صرف ایک خدا کی بندگی اور امن کا مفہوم تھا، رحمۃ اللعالمینی۔

مساوات کا یہ مطلب نہیں کہ خیر و شر، حق و باطل اور نیکی و بدی کی تمام حدیں مٹا دی جائیں۔ آزادی کا یہ معنیٰ نہیں کہ خواہشاتِ نفس کی غلامی میں آکر جو چاہو کرتے پھرو اور امن کا یہ مفہوم نہیں کہ چند بڑی طاقتیں مل کر پوری دنیا کو امن کے نام پر امن سے محروم کر دیں۔

حبشی نژاد کی نعتیہ نظم محض شاعری نہیں بلکہ مستقبل کی صورت گری کی ایک آرزو ہے، جو صدیوں سے تشنہ چلی آرہی ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ انسانوں کو کس نظر سے دیکھا جائے؟ اگر تو زبان کے اعتبار سے انسان کو دیکھا جائے تو یقیناً ایک زبان کے علاوہ دوسری زبانیں کاٹ پھینکنے کے قابل ٹھہریں گی، اگر نسل کو معیار بنایا جائے تو مختلف نسل کے لوگ تختہ دار پر نظر آئیں گے، اگر وطن بنیاد قرار پائے تو دوسرے خطوں کے لوگ دشمن کہلائیں گے۔ اور اگر عرب و عجم اور مشرق و مغرب کا زاویہ نگاہ اپنایا جائے تو ہر علاقہ دوسرے سے برسرِ پیکار رہے گا، حضور ﷺ نے ان سب پر لکیر کھینچ کر ''رب العالمینی'' اور رحمۃ للعالمینی'' کا تصور پیش کیا۔

0

Marfat.com

آپ نے جس خدا کا تعارف اہل دنیا سے کرایا وہ زبان و بیان کے تعینات سے پاک ہے، مگر سب زبانوں کو سمجھتا اور کسی کے بیان کی احتیاج نہیں رکھتا، وہ ڈچ زبان کی مناجات بھی اسی طرح سنتا ہے جس طرح عرب والوں کی، وہ افریقیوں کی بات بھی سمجھتا ہے اور ایشیا والوں کی بھی، وہ غزالیؒ اور رازیؒ کے عالمانہ نکات کو بھی جانتا ہے اور کسی عاصی و خاطی کی عامیانہ بات کو بھی، حتیٰ کہ وہ نہ بول سکنے والے گونگے لوگوں کی بے زبانی کو بھی خوب سمجھتا ہے، اس لئے وہ اپنی مخلوق کی زبان کے اعتبار سے تقسیم کو پسند نہیں کرتا، وہ خدا نسل اور ذات پاک سے بھی پاک ہے، اس کے ہاں قریشی و ہاشمی سے لے کر گنگوا تیلی تک بلحاظ نسل برابر ہیں اس کے ہاں کسی کا تقویٰ ہی معیار فضیلت ہے اس لئے اس کے ہاں نسلی درجہ بندی کوئی معنیٰ نہیں رکھتی۔

وہ خدا زبان و مکان سے پاک ہے، اور کوئی مخصوص جگہ اس کا وطن نہیں لازمی نہیں کہ وہ عرش کے فراز میں رہے وہ غریب کے دلِ گداز میں بھی رہتا ہے، ضروری نہیں کہ وہ فرشتوں کی پاکیزہ محفل میں رہے وہ کسی یتیم کے شکستہ دل میں بھی موجود ہوتا ہے، یہ واجب نہیں کہ وہ آسمان کی بلندیوں میں قرار پکڑے وہ بے نواؤں کی خانماں بربادیوں اور پستیوں میں بھی خوش رہتا ہے، اس لئے وہ اپنی مخلوق کو وطن کی بناء پر ایک دوسرے کا دشمن بننے کی اجازت نہیں دیتا۔

---------------- 0 ----------------

اسی طرح رحمۃ للعالمینؐ کو بھی زبان، نسل اور وطن کے لوث سے پاک رکھا، آپ کی ایک ہی مجلس جو مسجد نبوی کے کچے دالان میں برپا ہوتی تھی۔ وہ ''اقوام متحدہ'' کا خوبصورت عکس پیش کرتی تھی، مکے کے مہاجر، مدینے کے انصار، فارس کے سلمانؓ، حبش کے بلالؓ، روم کے صہیبؓ، رؤساء میں سے عثمان غنیؓ، غرباء میں سے عبداللہ ذوالبجادینؓ، اشراف میں سے عمرؓ و علیؓ اور خانوادۂ غلاماں میں سے انسؓ ایک ساتھ اس طرح بیٹھے نظر آتے تھے کہ دیکھنے والا انہیں اگرچہ مختلف رنگوں میں دیکھتا مگر ان سب پر صبغۃ اللہ (اللہ کا رنگ، غالب ہوتا، وطنیت ان کی مختلف تھی مگر مقصدیت میں کوئی اختلاف نہ تھا، ان کی زبان الگ الگ

Marfat.com

تھی مگر عقیدہ و ایمان ایک تھا، ان کی نسل جدا گانہ تھی مگر ''اصل'' ہمیشہ ایک رہی یعنی دین اسلام'' یہ آپ کی رحمۃ للعالمینی کا اعجاز تھا کہ سلمانؓ کو اہل بیت میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا، بلالؓ مسجد نبوی کے مؤذن بنے اور صہیبؓ مسجد نبوی کے امام قرار پائے۔

حضور اقدس ﷺ کی عالمی نبوت اور دائمی رسالت کی بے شمار دلیلیں ہیں، صادق و امین ہونا کتنی بڑی دلیل ہے، لامرکزیت کے مریض خطے کو باقاعدہ ایک ریاست عطا کرنا بھی بہت بڑی دلیل ہے، تعصّبات کی گرد میں اٹے ہوئے معاشرے کو نخوت جاہلیہ سے نجات دلانا بھی ایک واضح دلیل ہے، جنگجو قبائل کو امن عالم کا ضامن بنا دینا مبین دلیل ہے اس کے ساتھ ساتھ ایک خوبصورت اور بہت بڑی دلیل یہ بھی ہے جسے جوشؔ نے اپنے آہنگ میں پیش کیا ہے۔

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
تو نے گدائے راہ کو بخشا شکوہ قیصری

0

آپ ہی کا فیض تھا کہ گدائے راہ کسی قیصر و کسریٰ کو نگاہ میں نہیں لاتے تھے، پیدائشی غلام کسی بھی سیم وزر کے دام سے پھنسنے کو تیار نہیں ہوئے، افتادگانِ خاک اتنے بے باک ہو گئے کہ غلامی کے سارے پردے چاک کر دیئے، خاک بسر لوگ اتنے جری اور نڈر بن گئے کہ کجکلاہوں کا ہر خوف و خطر ذہن بدر کر دیا۔

آج اگر کوئی حبشی تشکر آمیز نعت پیش کرتا ہے تو اس پر ایسی نعت پیش کرنا واجب ہے کیوں کہ اس نے کمپیوٹروں کے زمانے میں دیکھ لیا ہے کہ اس کی کالی رنگت اس کے لئے آج بھی وجہِ ملامت ہے جبکہ جھونپڑیوں کے زمانے میں یہی کالی رنگت اس کے لئے باعث عزت تھی جبھی تو حضرت بلالؓ کی وفات پر خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے یہ کہا تھا ''مات سیدنا'' (ہمارے سردار انتقال کر گئے ہیں) جبھی تو ایک بار حضرت ابو بکرؓ کے کسی لفظ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو رنجیدہ کر دیا تو حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کا سلام قبول نہیں کیا تھا اور فرمایا تھا ''سلمانؓ جس سے ناراض ہو جائے تو خدائے رحمان اس

Marfat.com

سے ناراض ہو جاتا ہے۔ یہ عزت، یہ توقیر، یہ منصب، یہ اعزاز حرماں نصیبوں، خاک نشینوں، سوختہ بختوں، حبشیوں اور غلام زادوں کو کس کے طفیل نصیب ہوا؟ اسی دریتیم ﷺ کے صدقے، جس کی حکمت نے ہر یتیم کو "دریتیم" بنا دیا اور ع

غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

0

ہر انسان آکسیجن سے سانس لیتا ہے لیکن مسلمان کی سانس کا دوسرا نام عشق رسولؐ ہے، ہر انسان پانی پی کر جیتا ہے لیکن مسلمان حب رسولؐ کی آب و ہوا میں زندہ رہتا ہے ہر انسان آنکھ سے دیکھتا ہے لیکن مسلمان کی آنکھ کا سرمہ خاک مدینہ ہے، ہر انسان کے پہلو میں دل دھڑکتا ہے لیکن مسلمان کے دل کی دھڑکن یاد رسولؐ ہے، ہر انسان کی رگوں میں خون دوڑتا ہے لیکن مسلمان کی رگوں میں محبت رسولؐ گردش کرتی ہے، ہر انسان زندگی کو زندگی سمجھ کر بسر کرتا ہے۔

لیکن مسلمان خدا و رسولؐ کی خوشنودی کے لئے زندگی گزارتا ہے ہر انسان موت سے خوفزدہ رہتا ہے لیکن مسلمان شہادت کی آرزو رکھتا ہے، ہر انسان نفع ونقصان کے حوالے سے سوچتا ہے لیکن مسلمان ہر چیز کو عقیدہ و ایمان کے ترازو میں تولتا ہے۔ ہر انسان اپنی ناموس کی فکر میں رہتا ہے لیکن مسلمان اپنی جان کو حرمت رسولؐ پر لٹا دینے کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے۔

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکواۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے، مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحاؐ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل مرا ایمان ہو نہیں سکتا

0

بدقسمتی سے عالم اسلام کی بعض کمزوریاں اور کوتاہیاں یورپ کو ایسے مسائل پیدا کرنے پر ابھارتی ہے، اس کا نفسیاتی پرابلم یہ ہے کہ تاریخ کے ہر موڑ پر اسے اگر سابقہ پیش

Marfat.com

آیا ہے تو اسلام سے آیا ہے اور اسلام سو بار ڈوب کر بھی بڑی شان سے پھر طلوع ہوا ہے اور زمانے کی سائنسی کروٹیں، دنیا کے فلسفیانہ مغالطے، ٹیکنالوجی کی بے محابا طاقت، میڈیا کے بے شمار حملے اور کھلی جارحیتیں، سب کی سب نہ اسلام کی حقانیت اور آفاقیت کو جھٹلا سکی ہیں اور نہ مسلمانوں کے جوہر کو کجلا سکی ہیں، یورپ نے ہر حربہ آزما کر دیکھا، صلیبی جنگوں سے لیکر عہدِ حاضر کی سازشوں تک اسلام اور اہلِ اسلام نے ہر زخم سینے پر کھایا ہے مگر پیٹھ نہیں دکھائی ترکی خلافت کا سقوط، عرب اور ترک محاذ آرائی، ننگی طاقت اور تلبیس سے عالم اسلام کا ایک بڑا حصہ شکنجۂ غلامی میں کس دینا اور آج ''جنگجو اسلام'' اور ''بنیاد پرستی'' ایسی اصطلاحات کی آڑ میں مسلمانوں کو وحشی، بدو، دہشت گرد اور نہ جانے کیا کیا باور کرانے کی مہم یہ ساری کڑیاں اسلام اور اہل اسلام کو موم تک ناک بنانے کے سلسلہ سے تعلق رکھتی ہیں یورپ نے سوچا کہ جنگ مسلط کر دی جائے تو مسلمان ہار مان جائیں گے۔ اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے تو اہلِ اسلام گھٹنے ٹیک دیں گے۔ ایٹمی ٹیکنالوجی پر پابندی لگا دی جائے تو عالم اسلام جھک جائے گا، یورپ نے یہ سارے پاپڑ بیلے، مسلمانوں کا ناک میں دم ہوا، لیکن ہر بار اپنے بال و پر جھٹک کر محو پرواز ہو گئے، یورپ نے بڑے گہرے تفکر اور شیطان کے اپنی مجلس شوریٰ سے خطاب کو خوب سمجھ کر اب یہ رستہ نکالا ہے کہ

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

0

آج مغربی یلغار کے تمام تر کاوشوں کا لب لباب یہی ہے کہ مسلمانوں کے دل سے حب نبیؐ کی تپش چھین لی جائے، تو مسلمان خود بخود راکھ کا ڈھیر بن جائیں گے، اور پھر اس راکھ پر پانی کے چند چھینٹے چھڑک کر اسے زمین کے برابر کر دیا جائے۔ لیکن یہاں یورپ کو پھر ٹھوکر لگی اس نے حکمرانوں کے آئینے میں عام مسلمان کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی۔ اس نے سمجھا کہ ان میں زندگی کی رمق نہیں رہی، ان کے اعصاب شل ہو گئے ہیں، ان کے دل بجھ گئے ہیں، ان کے جذبات سو گئے ہیں اور اب صورِ اسرافیل پر بھی بڑی مشکل سے

Marfat.com

اٹھیں گے، اسے یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ لاریب مسلمان اپنی تہذیب سے ناآشنا ہو گئے ہیں، اپنا نظامِ حکومت بھول بیٹھے ہیں، اپنی شکل و صورت بگاڑ بیٹھے ہیں، اپنی اقتصادیات گروی رکھ بیٹھے ہیں مگر ان سب کے باوجود آج بھی اپنے دل کا سودا بازارِ عشق مصطفی ﷺ میں کرتے ہیں۔ اگرچہ مسلمان ہزار بار سرِ راہ لوٹے گئے، یورپ انہیں لوٹ کر لے گیا، امریکہ لوٹ رہا ہے لیکن خود جب لٹانے پر آتے ہیں تو اپنا سب کچھ ناموسِ مصطفی ﷺ پر لٹا کر خوش ہوتے ہیں بلکہ اس پر بھی مطمئن نہیں ہوتے اور کہتے رہ جاتے ہیں۔

کروں تیرے نام پر جاں فدا، نہ بس ایک جاں، دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروروں جہاں نہیں

---------------- 0 ----------------

مسلمان تو حضورِ اقدس ﷺ کی اشارے اور کنائے کی گستاخی کو بھی ناقابل معافی قرار دیتے ہیں، مسلمانوں کے نزدیک نعلینِ نبی ؐ کی نوک تاج شاہی سے زیادہ معظم اور محترم ہے، ان کے ہاں آپ کا نقش کفِ پا سجدہ گاہ عشق ہے، اہل اسلام کہکشاں کو آپ کے قدموں کی دھول سمجھتے ہیں، اربابِ عشق کلی کی چٹک کو تبسم رسول ؐ کا صدقہ سمجھتے ہیں، صاحبانِ نظر کے عقیدے میں آبِ حیات ان کے تلوؤں کا دھوون ہے، خلعت شاہی آپ کے لباس کی اترن ہے، دیارِ حبیب ؐ کے کوچے جنت کے باغیچے ہیں بلکہ دردمندانِ عشق ہر اس شخص کو اپنا امام سمجھتے ہیں جو ان کی گلی کا گدا ہو۔

اہلِ اسلام نے ہر معاملے میں غافل واقع ہوئے ہیں لیکن ناموس رسول ؐ اور حبِ نبی ؐ ان کو اپنے مال، اپنے وطن، اپنی اولاد اور اپنی جان سے بھی عزیز رہی ہے اور متاع عزیز فراموش کرنے والی چیز نہیں ہوتی، اور یہی وہ متاع عزیز ہے جس کے سہارے مسلمان زندہ ہیں ورنہ زندگی کا جواز کیا رہ جاتا ہے؟

ایک عشق مصطفی ؐ ہے اگر ہو سکے نصیب
ورنہ دھرا ہی کیا ہے جہانِ خراب میں

قارئین مکرم! اسی حوالے سے اور ان ہی مقاصد کے پیش نظر شرح شمائل ترمذی کے چھوٹے

Marfat.com

اجزاء کی طباعت کے سلسلہ میں آٹھویں جلد ''شمائل نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقّع'' کے نام سے مرتب ہو کر منظرِ عام پر آ گئی ہے۔

جس میں حضور اقدس ﷺ کے اسماء مبارکہ، پانچ صفاتی ناموں کی تشریح، اسم محمد و احمد کی توضیح، گذرِ اوقات کے احوال ، الفقر فخری کے عملی نمونے، مدنی زندگی کے آخری لمحات، عمر مبارک میں قولِ راجح کی تعیین، وصال مبارک، تاریخ وصال، موت کی شدت و نرمی، نزع میں استقلال، صحابہؓ غم سے نڈھال، غسل کا مرحلہ، مقامِ تدفین، یوم تدفین کی روایات میں تطبیق، نمازِ جنازہ کی نوعیّت و تفصیلات، مسئلہ خلافت و امیر کا انتخاب ، ترکہ و وراثت، خواب میں زیارت و ملاقات، طالبانِ علومِ نبوت کے لئے وصیتیں، اتباعِ سنت کی تاکید، شمائل ترمذی کی سینتالیس (۴۷) احادیث کی تشریح و توضیح کر دی گئی ہے۔

عبدالقیوم حقانی

۲۳ شوال ۱۴۲۶ھ / ۲۵ نومبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ اَسْمَآءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ! حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ کے بیان میں

لفظِ اسماء کا معنیٰ ومصداق :

اسماء ' اسم کی جمع ہے۔اسم وہ لفظ ہے، جو کسی جوہر یا عرض کی تعیین وتمیز کے لئے وضع کیا گیا ہو'اس کا ہمزہ'ہمزۂ وصل ہے۔ والمراد بالأسماء هنا الأعلام والصفات (اتحافات ص۳۸۷)(اور یہاں اسماء سے اعلام اور صفات (دونوں) مراد ہیں)

قاضی ابوبکر بن عربی مالکیؒ اپنی شرح ترمذی احوذی میں اور البیجوریؒ المواھب میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں اور حضوراقدس ﷺ کے بھی ہزار نام ہیں۔ أن للّٰه تعالىٰ ألف اسم وللنبى ألف اسم (مواہب ص۲۶۸) حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے البهجة السنية فى الأسماء النبوية کے عنوان سے ایک کتاب تالیف فرمائی، جس میں نبی کریم ﷺ کے پانچ سو(۵۰۰) اسماءِ گرامی ذکر کئے ہیں۔احادیث میں خاص خاص مواقع میں خاص خاص ناموں کا ذکر آیا ہے۔سب اسماء مبارکہ کا احصاء کسی ایک روایت میں نہیں ہے۔ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ میرے قرآن مجید میں سات نام ہیں۔محمد' احمد'یٰسین'طٰہٰ 'مزمل'مدثر'عبداللہ'ناموں کی کثرت مسمی کی شرافت اور عزت پر عموماً دلالت کیا کرتی ہے۔ والقاعدة أن كثرة الأسماء تدل على شرف المسمىٰ۔(مواہب ص۲۶۸)

مصنفؒ نے اس باب میں حسبِ معمول بطورِ نمونہ کے صرف دو حدیثیں نقل فرمائی ہیں، جن میں آپ ﷺ کے نو(۹) اسماءِ مبارکہ کا ذکر ہے۔مصنفؒ کا عام معمول بھی

Marfat.com

یہی ہے کہ وہ ہر ترجمۃ الباب کے نیچے بطورِ نمونہ بغرض اختصار چند احادیث کے درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۳۵۲/۱) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ وَ غَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِيْ اَسْمَآءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا الْمَاحِيُّ الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی اور بہت سے لوگوں نے یہ روایت بیان کی۔ وہ سب کہتے ہیں کہ ہم کو اسے سفیان نے زہری کے حوالہ سے بیان کیا انہوں نے یہ روایت محمد بن جبیر بن مطعم سے اُن کے باپ کے واسطہ سے نقل کی۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بہت سے نام ہیں۔ من جملہ ان کے محمد ہے اور احمد ہے اور ماحی ہے جس کے معنی مٹانے والے کے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے میرے ذریعہ سے کفر کو مٹایا ہے اور ایک نام حاشر ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت میں حشر کے لئے سب سے پہلے آپ ﷺ کو اُٹھائیں گے اور تمام امت آپ کے بعد حشر کی جائے گی اور اُٹھائی جائے گی تو گویا حضور ﷺ تمام امت کے حشر کا سبب بنے اور ایک نام میرا عاقب ہے جس کے معنی پیچھے آنے والے کے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ سب انبیاء سے پیچھے تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

آپ ﷺ کے پانچ صفاتی نام :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ان لی اسماء ...... اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ کے پانچ صفاتی ناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔

اسم ''محمد'' کی تشریح :

انا محمد ' علماء نے لکھا ہے کہ محمد ' حمد کا مبالغہ ہے ' جس کے معنیٰ ہیں بہت حمد کیا گیا

Marfat.com

یا تو اس وجہ سے کہ حضور اقدس ﷺ کا نام ہے اور آپ کے خصال حمیدہ بہت زیادہ ہیں، یا اس وجہ سے کہ آپ کی تعریف مُرةً بعد مرةٍ '(بار بار) کی گئی یا اس وجہ سے کہ اللہ جل شانہٗ نے آپ ﷺ کی کثرت سے حمد کی ہے اور اسی طرح ملائکہ نے' سابقین انبیاء نے' اولیاء نے' یا تفاؤل کے طور پر ہے کہ بہت زیادہ حمد کی جائے یا اس وجہ سے کہ اوّلین وآخرین سب ہی آپ کے ثنا خوان ہیں اور قیامت میں سب ہی آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، جس کا نام حمد کا جھنڈا ہے۔ (خصائل) قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ تحریر فرماتے ہیں لفظ ''محمد'' حمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لئے اور احمد بھی حمد سے ہے۔ واقع علی المفعول ہے۔ اس محمد سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کا شعر ہے ....

وشق له مِن اسمه ليجلّه فذو العرش محمود و هذا محمد

اللہ نے اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔

دیکھو ! رب العرش تو محمود ہے اور آنحضرتؐ محمد ہیں، واضح ہو کہ نبی کریمؐ کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ حضورؐ کا نام محمد و احمد ہے اور حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے۔ اُمت محمد یہ کا نام حمادون ہے اور آنحضرتؐ کے لواء مبارک کا نام لواء الحمد ہے۔ و الحمد لله على ذلك حمداً كثيراً (رحمۃ للعالمین) وحید الزمان (مشہور اہل حدیث) لکھتے ہیں کہ ایک عجیب امر یہ ہے کہ حضرت محمدؐ سے پہلے عرب میں کسی کا نام محمد نہیں ہوا تھا، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ لوگوں کو کسی اور کے پیغمبر موعود ہونے کا اشتباہ نہ ہو۔ (لغات الحدیث) البتہ جب حضور اقدسؐ کی ولادت کا زمانہ قریب تھا۔ تو بہت سے لوگوں نے اس اُمید پر کہ شاید ہماری ہی اولاد ان بشارتوں کی مستحق بن جائے، جو پہلی کتابوں میں ہیں اور یہی نبی بن جائے۔ محمد نام رکھا، لیکن اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام:۱۲۴) یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اس جگہ کو جہاں اپنی رسالت کو تجویز فرماتا ہے۔

اسم ''احمد'' کی تشریح :

وانا احمد ...... اور میرا نام احمد ہے۔ یہ علم افعل تفضیل سے فاعل کے معنیٰ میں

ہے یعنی بہت ہی زیادہ تعریف کرنے والا۔ لہٰذا آپ ﷺ احمد الحامدین (حمد بیان کرنے والوں میں سب سے زیادہ حمد بیان کرنے والے) ہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے دعا کی تھی۔ اے اللہ ! مجھے اُمت احمد سے کیجئے۔ اللھم اجعلنی من امة احمد (جمع ج ۲ص ۲۲۷) حضرت عیسیٰؑ نے بھی احمد کا نام لے کر آپ ﷺ کی بشارت دی تھی۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔ (الصّف:٦) (اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں، جن کا نام احمد ہے)

یہ قرآن مجید کی اپنی ایک شان اور عظمت وحکمت ہے، جہاں آپ ﷺ کا نام بتانا تھا، وہاں احمد بتایا، اور دوسری جگہ ذکر ہوا تو محمد ذکر کیا، جبکہ محمد تو آپ ﷺ کا مشہور نام ہے۔ چاہئے تھا کہ جہاں نام بتایا جا رہا ہے، وہاں محمد بتایا جائے۔ شارحین فرماتے ہیں، اسمهٗ احمد کہہ کر ایک شبہ کا ازالہ کیا ہے، کیونکہ کتبِ سابقہ میں آپ ﷺ کا نام محمد تھا، جبکہ جاہلیت میں لوگوں نے تفاؤل کے طور پر اپنے بچوں کے نام محمد رکھے، جس کی وجہ اس سے قبل بتا دی گئی ہے، تو اسمهٗ احمد میں اللہ تعالیٰ نے التباس سے بچایا اور احمد ذکر کیا۔ قرآن مجید کا ایک دوسرا انداز یہ بھی ہے کہ جہاں خطاب وندا کا موقع آیا ہے، وہاں دیگر انبیاءِ کرام کو اسماءِ گرامی سے مخاطب کیا گیا ہے، جبکہ آپ ﷺ کا نام نہیں لیا گیا۔ سوائے چار مقامات کے جہاں نام کا لینا ضروری تھا۔ اس کی وجہ بھی آپ ﷺ کا اعزاز وتکریم ہے کہ آپؐ کے اوصاف رسول، نبی، مزمل، مدثر، طٰہٰ، یٰسین ذکر ہوئے اور احمد نہیں آیا۔

علامہ البیجوریؒ کعب احبار سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

اہل جنت کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا اسمِ گرامی عبد الکریم ہے۔ اہل دوزخ کے نزدیک عبد الجبار، اہل عرش کے نزدیک عبد المجید، تمام فرشتوں کے نزدیک عبد الحمید، انبیاءِ کرام کے نزدیک عبد الوہاب، شیاطین کے لئے عبد القہار، جنات کے نزدیک عبد الرحیم، پہاڑوں میں عبد الخالق، صحراؤں میں عبد القادر، سمندروں میں عبد المہیمن، زندوں کے نزدیک عبد القدوس، حشرات الارض کے نزدیک عبد الغیاث، جنگلی جانوروں میں عبد الرزاق، درندوں میں عبد السلام، چوپایوں میں عبد المؤمن، پرندوں میں عبد الغفار،

84652

Marfat.com

توراۃ میں موذ موذ، انجیل میں طاب طاب، صحف میں عاقب، زبور میں فاروق، اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک طٰہٰ ویٰسین اور مومنین کے نزدیک محمد ﷺ اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ اس لئے جنتیوں میں آپ ﷺ جنت کو تقسیم فرمائیں گے۔

(مواہب ص ۲۶۸) (ایضاً المناوی ج ۲ ص ۲۲۸)

الماحی کی تشریح :

• وانا الماحی ... اور میں ماحی ہوں۔ میری وساطت سے اللہ تعالیٰ کفر کو نیست ونابود فرماتا ہے اور پھر یہ زمانہ آیا بھی ہے کہ حضراتِ صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر ۱۰۰۰ھ تک اسلام کا جھنڈا بلند رہا اور تمام عالم سرنگوں رہا۔ حضور اقدس ﷺ کفر وشرک کو مٹانے والے ہیں۔ کذابوں اور جھوٹوں کو دلائل و براہین سے شکست دینے والے ہیں۔ نیز اپنی اُمت کے گناہوں کو معاف کروانے والے ہیں۔

الحاشر :

و انا الحاشر ...... اور میں حاشر ہوں، یعنی میدانِ محشر میں میرے پیچھے ہو کر چلیں گے یا سب سے پہلے قیامت کے دن قبر سے اُٹھوں گا اور لوگ میرے بعد اُٹھیں گے۔ میرے قدم پر' قدمی تثنیہ ہے یا مفرد ہے یا قدمی بمعنیٰ زمانی کے ہے یا قدمی بمعنیٰ اتباعی کے ہے جو تکون الانبیاء یوم القیامۃ تحت لوائی (قیامت کے دن سب انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے) کے مطابق ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ میں پہلا شخص ہوں، جس کے لئے قبر سب سے پہلے شق کی جائے گی۔ وقد ورد انہ اول من تنشق عنہ الارض فیتقدم الناس فی المحشر و یحشر الناس علی اثرہ (مواہب ص ۲۶۹) (اور یہ وارد ہوا ہے کہ سب سے پہلے آپ ﷺ قبر سے اٹھیں گے تو میدانِ محشر میں سب سے مقدم ہوں گے اور لوگ آپ ﷺ کے بعد اٹھ کر آپ ﷺ کے پیچھے ہو کر چلیں گے)

العاقب :

وانا العاقب ...... اور میں عاقب ہوں یعنی عاقب وہ ہے، جس کے بعد کسی

Marfat.com

قسم کا کوئی نبی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے، وہ دجال، کذاب اور جھوٹا ہے۔ آپؐ کے بعد منصب نبوت پر اور کوئی فائز نہیں ہوگا۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے لا ینبؤ بعدی احد ان اسماءِ سبعہ کی تخصیص کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ نام پہلی کتابوں میں پیشن گوئی کے طرز پر لکھے ہوئے تھے۔ اہل کتاب ان اسماء و صفات سے آپ ﷺ کو پہچانتے تھے۔

(۳۵۳/۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِى وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ لَقِيتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَ نَبِيُّ التَّوْبَةِ وَ اَنَا الْمُقَفِّيُّ وَ اَنَا الْحَاشِرُ وَ نَبِيُّ الْمَلَاحِمِ.

حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ هٰكَذَا قَالَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن طریف کوفی نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے ابوبکر بن عیاش نے عاصم کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت ابووائل سے اور انہوں نے حضرت حذیفہ سے نقل کی۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس ﷺ سے راستہ میں ملا۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لے جا رہے تھے۔ تذکرۃً حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام محمد ہے اور احمد ہے اور نبی الرحمۃ ہے اور نبی التوبہ ہے اور میں مقفّی ہوں اور حاشر ہوں اور نبی ملاحم ہوں۔ امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت اسحٰق بن منصور نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے اسے نضر بن سہیل نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر حماد بن سلمہ نے دی۔ انہوں نے حضرت حذیفہؓ سے نقل کی۔ جو کہ پہلی روایت کے ہم معنی ہے۔ اسی طرح کی روایت حماد بن سلمہ نے عاصم سے انہوں نے زر سے اور انہوں نے حضرت حذیفہؓ سے بھی نقل کی ہے۔

Marfat.com

نبی الرحمة :

و انا نبی الرحمة ...... اور میں نبی رحمت ہوں۔ رحمت نرم دلی، مہربانی اور دردمندی کے اظہار کو کہتے ہیں، جس کا نتیجہ مغفرت واحسان ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ بحیثیت نبی کے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے باعثِ رحمت ہیں۔ آپؐ کے قدرِ رعنا کو رحمة للعٰلمین کے لباسِ فاخرہ سے مزیّن کیا گیا ہے۔ وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۔(اور ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے) اِن اسماء کو خاص طور سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ نام پہلی کتابوں میں پیشن گوئی کے طور پر لکھے گئے تھے ۔اہل کتاب ان اسماء وصفات سے آپ ﷺ کو پہچانتے تھے۔ آپ ﷺ سراپا رحمت ہیں۔ مسلمانوں کے لئے آپ ﷺ کا رحمت ہونا تو ظاہر ہے کہ دنیا وآخرت میں آپ ﷺ ہی کا وسیلہ ہے۔ کفار کے لئے اس لئے کہ حضور ﷺ کے الطاف وشفقت کی وجہ سے پہلی امتوں کی طرح اس امت پر عذاب عامہ نازل نہ ہوا، بلکہ قرآنِ پاک میں یہ وعدہ ہوگیا کہ آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے ان کافروں کو ہرگز عذاب نہ کریں گے اور نیز جب تک آپ ﷺ کے دین کا بقا رہے گا تب تک تمام عالم کا نظام باقی رہے گا، جس وقت تمام دنیا میں ایک بھی اللہ کا نام لینے والا باقی نہ رہے گا، نظامِ عالم درہم برہم ہو کر قیامت قائم ہو جائے گی۔ نیز آپ ﷺ کی بعثت تمام عالم کے لئے ہے کسی اُمت یا جماعت کی خصوصیت نہیں ہے۔ اس لحاظ سے بھی آپ ﷺ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں کہ جس کا دل چاہے اس رحمت میں داخل ہو جائے۔ نیز آپ ﷺ لوگوں کا آپس میں تراحم اور ایک دوسرے کے ساتھ رحمت اور شفقت کی تعلیم لے کر آئے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی آپ ﷺ رحمت کے نبی ہیں۔ نیز اللہ کی رحمت کے دروازے آپ ﷺ کی وجہ سے کھلے ہوئے ہیں۔ نیز آپؐ اللہ کی رحمتوں کی خبریں اور بشارتیں دینے والے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ رحمت کے نبی ہیں۔ نیز آپ ﷺ کا دین سراسر رحمت ہے۔ اس لئے بھی آپ ﷺ رحمت کے نبی ہیں۔ نیز آپ ﷺ کی اُمت کی صفت قرآن شریف میں رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ وارد ہوئی ہے۔ یعنی آپس میں رحمت کا برتاؤ کرنے والے، اس

Marfat.com

لحاظ سے بھی آپ ﷺ رحمت کے نبی ہیں۔(خصائل)

نبی التوبۃ :

ونبی التوبۃ ...... اور میں نبی توبہ ہوں۔توبہ واستغفار کرنے سے میری اُمت کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ جب توبہ اپنی شرائط کے ساتھ کی جائے تو گناہوں کی معافی کے لئے کافی ہے۔ بخلاف اُمم سابقہ کے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کے لئے شرائط سخت تھے۔ مثلاً قتلِ نفس وغیرہ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْط فَتَابَ عَلَيْكُمْ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرۃ:۵۴) (اور مار ڈالو اپنی اپنی جان کو یعنی بعض آدمی (جنہوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی) بعض آدمیوں کو (جنہوں نے گوسالہ پرستی کی) قتل کرو۔ یہ (عمل درآمد) تمہارے لئے بہتر ہوگا تمہارے خالق کے نزدیک پھر (اس عمل درآمد کرنے سے) حق تعالیٰ تمہارے حال پر (اپنی عنایت سے) متوجہ ہوئے۔ بے شک وہ تو ایسے ہی ہیں کہ توبہ قبول کر لیتے ہیں اور عنایت فرماتے ہیں) آپ ﷺ اُمت کو بھی کثرت سے توبہ کی ترغیب دینے والے ہیں اور خود بھی کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی وجہ سے جتنی مخلوق کی توبہ قبول کی ہے، اتنی کسی دوسرے نبی کی اُمت کی نہیں کی۔ اس لئے آپ ﷺ کا لقب نبی التوبہ بھی ہے۔

علامہ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ و ارکان التوبة على ماقاله العلماء ثلاثة الندم والقلع والعزم على ان لايعود و لا اجد جعل الاستغفار اللسانى شرطا للتوبة نعم للتوبة باعتبار تعلقها بحقوق العباد و بعض حقوق الله شروط (جمع ج۲ص۲۲۷) (علماء کرام کے نزدیک توبہ کے ارکان واصول تین ہیں۔(۱) اپنی غلطی پر پشیمان اور شرمندہ ہونا (۲) قلع (گناہ اور غلطی کو بالکل ختم کرنا) (۳) اور آئندہ کے لئے پختہ ارادہ کہ پھر یہ غلطی اور گناہ نہیں کروں گا۔ اور زبانی استغفار کا توبہ کے لئے شرط ہونے کو میں نے (کتب وغیرہ) میں نہیں پایا (یعنی میرے معلومات میں نہیں) ہاں توبہ کے لئے باعتبار حقوق العباد اور بعض حقوق اللہ کے ساتھ متعلق ہونے کی شرطیں ہیں)

Marfat.com

المقفی :

و انا المقفی ...... تقفیة سے ہے بمعنیٰ پیچھے لگانے کے قَفُوٌاور قُفُوٌ پیچھے رہنےاور آخری ہونے کو کہتے ہیں۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں ، بکسر الفاء المشددة و فتحها والمعنی علی الاوّل ای سار علی آثار الانبیاء عملاً بقوله تعالٰی فبهداهم اقتده والمعنی علی الثانی الذی انتهٰی الیه الامر بعد الأنبیاء من قوله تعالٰی ثم قفینا علی آثارهم برسلنا ۔(اتحافات ص ۲۸۷)(لفظ المقفیٰ میں فاء مشددہ یا کسرہ کے ساتھ ہے یا فتح کے ساتھ اور پہلی صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''سو چل تو ان کے (انبیاء کے) طریقے پر'' کی پیروی کرتے ہوئے انبیاء کرام کے نقش قدم پر چلے اور دوسری صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ انبیاء کرام کے بعد امر نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ تک پہنچا۔ جیسے کہ اس آیت کہ '' پھر پیچھے بھیجے ان کے قدموں اپنے رسول'' میں اس طرف اشارہ ہے)

نبی الملاحم :

و نبی الملاحم ...... الملاحم ' ملحمة سے ہے بمعنیٰ عظیم جنگ کے' بڑے حادثے کو ملحمة کہتے ہیں ۔ اس کی جمع ملاحم ہے۔ گھمسان کی لڑائی کی جگہ، جہاد کو بھی ملحمة کہتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے اس نام کی وجہ ظاہر ہے کہ جہاد جس قدر حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں اور حضور اکرم ﷺ کی امت میں ہوا اتنا کسی نبی کی امت میں نہیں ہوا۔ نیز اس اُمت میں ہمیشہ رہے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی پیشن گوئی ہے کہ میری اُمت میں جہاد قیامت تک رہے گا۔ حتی کہ اخیر حصۂ اُمت دجال سے قتال کرے گا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس لفظ کے معنی اجتماع اور التیام کے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی اُمت میں جو اجتماعی صورت گزر چکی ہے اور باوجود اختلافات اس گئے گزرے دور میں بھی پائی جاتی ہے ۔کسی نبی کی اُمت میں ایسی مسلسل نہیں پائی جاتی۔ نیز ملحمه کے معنی فتنۂ عظیم کے بھی ہیں

Marfat.com

۔اس معنی کے اعتبار سے بھی حضور اکرم ﷺ کا نام صحیح ہے۔اس لئے کہ اس امت میں قیامت کے قریب ایسے بڑے بڑے اور سخت فتنے پیدا ہوں گے،جن کی نظیر کسی نبی کی امت میں نہیں ہے۔ایک دجال ہی کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ حد نہیں ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر ہر نبی نے دجال کے فتنے سے لوگوں کو ڈرایا ہے۔ایسے ہی یاجوج ماجوج کا خروج وغیرہ وغیرہ سخت حوادث آنے والے ہیں،جن کے آثار شروع ہیں۔ اللّٰھم احفظنا منھا بمنک و فضلک وجاہ نبیک و حبیبک۔

(خصائل)

==============================

Marfat.com

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ عَیْشِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ! حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گذرِ اوقات کے بیان میں

عیش ' زندگی' کھانے' طعام اور گذرِ اوقات کو کہتے ہیں' ای باب بیان ماورد مِن الأحاديث فی کیفیة معیشته صلی اللہ علیه وسلم حال حیاته (مواہب ص ۲۷۰)
(باب !حضورؐ کی معاشی کیفیت کے متعلق واردشدہ احادیث کا بیان)

اس عنوان سے ایک باب پہلے گذر چکا ہے، جس میں مصنفؒ نے دو حدیثیں نقل کی تھیں۔اس باب میں حضورِ اقدس ﷺ' حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات اہل بیت عظامؓ کے گذرِ اوقات کا بیان ہے کہ وہ کس طرح فقر و فاقہ' جہد مسلسل اور صبر و استقامت کے ساتھ زندگی گذارتے تھے۔

تکرارِ باب کیوں ؟

رہا یہ سوال' کہ دوبارہ یہ ترجمۃ الباب قائم کر کے اس میں نو (۹) احادیث کا اندراج کر کے بظاہر تکرار ہے اور یہ کیوں؟ تو علماء نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں ایک واضح جواب تو یہی ہے کہ اس باب میں وہ اُمور آ گئے ہیں' جو گذرے ہوئے باب میں ذکر نہیں ہوئے تھے۔لہٰذا یہ محض تکرار نہ ہوا۔شیخ الیجوریؒ فرماتے ہیں، واعادہ ھنا بزیادات اخرجتہ عن التکرار (مواہب ص ۲۷۰) (مصنفؒ نے اس باب کا اعادہ ایسی جدید امور کی زیادتی کی صورت میں کیا جس نے اس کو تکرار ہو جانے کی صورت سے نکال دیا)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی توجیہات :

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے وجوہ تکرار میں تفصیل سے لکھا ہے :

Marfat.com

یہ باب پہلے بھی گذر چکا ہے۔ بعض نسخوں میں سب روایات ایک جگہ ہی ذکر کی ہیں۔ مقام کے مناسب بھی یہی بات ہے، لیکن جو نسخے ہمارے پاس موجود ہیں، اُن میں یہ باب مکرر پایا جاتا ہے، اگر نقل کرنے والوں کی غلطی سے ایسا نہیں ہوا تو بہت ممکن ہے کہ خود امام ترمذیؒ نے کسی مصلحت سے اس کو مکرر لکھا ہو۔ غور کرنے سے متفرق مصالح اس کی سمجھ میں آتی ہیں۔ ممکن ہے کہ امام ترمذیؒ نے ایک لطیف اشارہ اس طرف کیا ہو کہ حضور اکرم ﷺ کا اس فقر اور تنگی کو اختیار فرمانا ابتداء سے لے کر اخیر تک رہا۔ اس لئے ابتدائی زمانہ کی طرف اوّل اشارہ فرمایا اور وفات کے قریب اس باب کو ذکر فرما کر اخیر زمانہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ باوجود خیبر اور حُنین وغیرہ کی غنیمتوں کے اپنا حال وہی فقر و فاقہ تھا ۔اور حق یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ حرص و طمع دور فرمائے تو فقر و فاقہ میں بھی لذت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین کو سونے کی بنا دے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ ! یہ نہیں بلکہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تا کہ تیرا شکر کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تا کہ تیرے سامنے عاجزی کروں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تم لوگوں پر فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا اس طرح پھیل جائے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیل گئی تھی اور تم اس میں اس طرح دل لگانے لگو، جس طرح اُن لوگوں نے دل لگایا اور یہ تم کو بھی اسی طرح ہلاک کر دے، جیسا کہ ان کو ہلاک کر دیا۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ایک جگہ دعا فرمائی کہ اے اللہ ! محمد (ﷺ) کی اولاد کی روزی بقدرِ کفایت تجویز فرما۔ (مشکوٰۃ) (خصائل)

(۳۵۴/۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَبُوالْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُوْلُ اَلَسْتُمْ فِيْ طَعَامٍ وَّ شَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَايَمْلَأُ بَطْنَهٗ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابوالاحوص نے سماک بن حرب کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے

Marfat.com

نعمان بن بشیرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ کیا تم لوگ کھانے پینے میں اپنی مرضی کے موافق منہمک نہیں ہو (اور جتنا دل چاہے تم لوگ نہیں کھاتے ہو؟) حالانکہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپؐ کے یہاں ردّی کھجوریں بھی پیٹ بھر کر نہیں تھیں۔

چند کھجوروں پر قناعت :

یقول الستم ...... مضمونِ حدیث، تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔ دقل، ردی کھجور اور بادبان کے ڈنڈے کو بھی کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں اراک اطول من الدقل و انت تنشر کلامک بنشر الدقل میں تم کو دیکھتا ہوں کہ بادبان کے ڈنڈے سے بھی زیادہ لمبے ہو اور گفتگو رد ّی قسم کی کرتے ہو۔ یعنی تمہارے نبی برحق ﷺ جس کی اتباع اور پیروی کرنا تم پر لازم ہے گھٹیا قسم کی کھجور پر بھی قناعت فرما لیتے تھے، مگر وہ بھی اس قدر مقدار میسّر ہوتی کہ اس سے شکم سیری بھی نہیں ہوتی تھی، جبکہ تمہارا یہ عالم ہے کہ تم دنیاوی نعمتوں کی فراوانی میں مستغرق ہو گئے ہو۔ یہ حدیث اس سے قبل بھی باب ماجاء فی صفة ادام رسول الله صلی الله علیه وسلم میں دوسرے نمبر پر گذر چکی ہے۔ غرض یہی ہے کہ کھانے پینے کو مقصود نہ بنایا جائے، والقصد التقریع والتوبیخ علی الاکثار من ذلک۔ (مواہب ص ۲۷۰)

(یعنی آپ ﷺ کی غرض حد سے زیادہ کھانے پینے پر توبیخ اور ڈانٹنا مقصود ہے)

بعض اہل اللہ کا ارشاد ہے، جوعوا أنفسکم لولیمة الفردوس (مواہب ص ۲۷۰) جنت الفردوس کے ولیمہ کے تناول میں شرکت کے لئے دنیا میں اپنے آپ کو بھوکا رکھو، پیٹ بھر کر کھانا اور اس طرح کھانا کہ جو کسل کا باعث ہو، تحصیل علم و عمل صالح سے مانع ہو، شرعاً مذموم ہے۔ اتنی مقدار کھانا کہ باعثِ حیات ہو اور عملِ صالح کے لئے معین ہو، شرعاً مطلوب ہے۔ علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں کہ والمذموم انماهو الشبع المثقل الموجب للکسل المانع من تحصیل العلم و العمل و أما الأکل المعین علی العبادة فهو مطلوب (مواہب ص ۲۷۰)

علامہ ملا علی قاریؒ اس کا حاصل دوسرے انداز میں اس طرح لکھتے ہیں : قالوا لا

Marfat.com

تدخل الحکمة معدة ملئت طعاما و من قل اکله قل شربه فخف نومه فظهرت برکة عمره و روی الطبرانی اهل الشبع فی الدنیا اهل الجوع فی الآخرة و جاء فی حدیث اشبعکم فی الدنیا اجوعکم فی الآخرة (جمع ج۲ص۲۳۰) (بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ حکمت اور دانائی ایسے معدہ میں داخل نہیں ہوتی جو کھانے سے بھرا ہوا ہو اور جو تھوڑا کھائے گا وہ پئے گا بھی تھوڑا۔ تو اس کی نیند بھی معمولی ہوگی پھر اس وقت اس کی عمر کی برکت ظاہر ہوگی ۔اور طبرانیؒ نے روایت کی ہے کہ جو دنیا میں سیر (پیٹ بھرے) ہوں گے وہی آخرت میں بھوکے ہوں گے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ تمہارے دنیا میں زیادہ سیر شدہ لوگ آخرت میں زیادہ بھوکے ہوں گے)

اُمت چار گروہ میں بٹ گئی :

علماء نے لکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے اور اپنے اہل بیت کے لئے فقر و فاقہ اور غربت و ناداری کی حالت کو پسند فرمایا۔ حالانکہ آپ ﷺ پر خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں۔ اس کے بعد لوگ چار حصوں میں بٹ گئے۔

شیخ ابراہیم الباجوریؒ نقل کرتے ہیں۔ قسم لم یرد الدنیا ولم ترده کالصدیقؓ، وقسم لم یرد الدنیا و ارادته کالفاروقؓ، وقسم ارادها و ارادته کخلفاء بنی امیة و العباس الاعمر بن عبد العزیز و قسم ارادها و لم ترده لکن افقره اللہ و امتحنه بجمعها (مواہب ص۲۷۰) یعنی ایک وہ جماعت جنہوں نے تو خود دنیا کی طرف رُخ کیا نہ دنیا ہی نے ان کا ارادہ کیا، جیسا کہ صدیق اکبرؓ، دوسری وہ جماعت جنہوں نے دنیا کا رُخ نہ کیا، لیکن دنیا نے ان کا ارادہ کیا، جیسے حضرت فاروقِ اعظمؓ، تیسرے وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی طرف رخ کیا اور دنیا نے بھی ان کی طرف رخ کیا، جیسے بنی اُمیہ و بنی عباس کے بادشاہ عمر بن عبد العزیز کے علاوہ' چوتھے وہ لوگ جنہوں نے دنیا کا ارادہ کیا، مگر دنیا نے ادھر کا رُخ نہ کیا، یہ وہ لوگ ہیں، جن کو اللہ نے فقیر بنایا اور دنیا کی محبت ان کے دل میں ہوگئی۔

(۳۵۵/۲) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ

Marfat.com

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ كُنَّا اٰلُ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَانَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ اِنْ هُوَ اِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ۔

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ہارون بن اسحٰق نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدۃ نے ہشام بن عروہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا۔ انہوں نے یہ حدیث امّ المؤمنین عائشہ سے نقل کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی حضور اکرم ﷺ کے اہل وعیال وہ ہیں کہ ایک ایک ماہ تک ہمارے یہاں آگ نہیں جلتی تھی، صرف کھجور اور پانی پر گزارا تھا۔

الفقر فخری کے عملی نمونے:

عائشةؓ قالت ...... ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ ہم یقیناً آل محمد ﷺ ہیں۔ ہم پر پورا پورا مہینہ گذر جاتا تھا کہ ہمارے گھر کے چولہے میں آگ نہیں سُلگتی تھی۔ سوائے کھجور اور پانی کے اور غذا نہ ہوتی۔ یعنی گھر میں چولہا نہ جلتا، روٹی اور سالن پکانے کی نوبت ہی نہ آتی۔ صرف پانی اور کھجور پر گذر اوقات ہوتا۔ حضرت شیخ یوسف بن اسماعیل نبھانیؒ نقل فرماتے ہیں:

امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب عروہ سے ارشاد فرمایا اے بھتیجے! خدا کی قسم ہم ایک چاند دیکھتے ہیں، وہ مہینہ ختم ہو جاتا ہے، دوسرا چاند دیکھتے ہیں، وہ بھی ختم ہو جاتا ہے، تیسرے مہینہ کا چاند دیکھتے ہیں، مگر نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں چولہا روشن نہیں ہوتا۔ عروہ نے کہا اے خالہ جان! پھر آپ لوگوں کا گذر کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا کھجور اور پانی پر۔ ہاں ہماری دو انصاری ہمسایہ ہیں جو کہ صاحب وسعت ہیں، وہ کبھی کبھی دودھ وغیرہ بھیج دیتے ہیں۔ تو ہم حضور اقدس ﷺ کو پیش کر دیتے ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم ﷺ کبھی کوئی چیز آنے والے دن کے لئے ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔ آنجناب ﷺ جب رات کا کھانا تناول فرما لیتے تو صبح کے لئے کچھ نہ ہوتا اور اسی طرح جب صبح کا کھانا تناول فرماتے، تو رات کے کھانے کے لئے کچھ نہ ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ اور حضرت

Marfat.com

جبریل علیہ السلام صنعاء پہاڑ پر کھڑے تھے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم اس ذات کی جس نے تمہیں حق دے کر بھیجا۔ آلِ محمد ﷺ کے گھر میں شام اسی حالت میں آتی ہے کہ انؑ کے پاس ایک چٹکی آٹا بھی نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ کا یہ کلام اس سے بھی زیادہ صاف سنائی دیا، جیسے آسمان سے کسی دھماکے کی آواز سنی جاتی ہے۔ حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں، آلِ محمد ﷺ کے گھر میں ایک صاع کھانے نے بھی کبھی شام نہیں گذاری۔

علامہ مناویؒ لکھتے ہیں، وفی مسند الحارث بن ابی اُسامة عن انس ان فاطمة جاء ت بکسرة خبز الی المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیه و سلم فقال ما هذه قالت قرص خبزته فلم تطب نفسی حتی اتیتک بهذه فقال اما انه اوّل طعام دخل فم ابیک منذ ثلاثة ایام (مناوی ج۲ص۲۳۰) (حارث بن ابی سامہ کے مسند میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ روٹی کا ایک ٹکڑا لیے آپ ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ میں نے ایک ٹکیہ روٹی کی پکائی تو میرا دل (کھانے) کو نہ چاہا تا آنکہ یہ (ٹکڑا) آپ ﷺ کی خدمت میں لائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جانیئے کہ یہ پہلا نوالہ کھانے کا ہے جو تین دنوں کے بعد آپ کے والد کے منہ میں جا رہا ہے)

گھر میں تین تین ماہ تک آگ نہ جلتی :

آگ نہ جلنے کا مطلب یہ ہے کہ پکانے کے لئے کوئی چیز ہوتی ہی نہ تھی، جس کے لئے آگ جلانا پڑتی۔ علماء نے لکھا ہے کہ پانی کا تذکرہ اس لئے فرمایا کہ کھجور بھی اتنی نہ تھی کہ بغیر پانی کی مدد کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہوتی، بلکہ چند کھجوریں کھانے کے بعد پانی پینے سے پیٹ بھرنے کی مقدار ہوتی تھی۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ دو مہینے کامل گذر جانے کے بعد تیسرے مہینے کا چاند نظر آجاتا تھا اور حضور اکرم ﷺ کے گھروں میں مطلقاً آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک چاند پھر دوسرا چاند ہو جاتا تھا، حضور اکرم ﷺ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی۔

Marfat.com

بعض اوقات گھر میں چراغ کا تیل بھی میسر نہ ہوتا :

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ڈیڑھ مہینہ مسلسل ایسا گذر جاتا کہ حضور اقدس ﷺ کے گھر میں روشنی کے لئے یا کسی اور چیز کے لئے آگ نہ جلتی تھی۔ روشنی کے لئے آگ جلنے سے مراد چراغ ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بکری کی ایک ٹانگ پیش کی، رات کا وقت تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اندھیرے ہی میں اس کے ٹکڑے کرنے لگیں، کسی نے کہا گھر میں چراغ نہیں ہے، یہ فرمانے لگیں کہ اگر چراغ میں جلانے کے لئے تیل ہوتا تو اس کو کھانے ہی میں استعمال نہ کرتے۔ (خصائل)

(۳/۳۵۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ زِیَادٍ حَدَّثَنَا سَیَّارٌ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ شَكَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ وَ رَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِهٖ عَنْ حَجَرَیْنِ قَالَ اَبُوْعِیْسٰی هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ طَلْحَةَ لَانَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَ مَعْنٰی قَوْلِهٖ وَ رَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ كَانَ اَحَدُهُمْ یَشُدُّ فِیْ بَطْنِهِ الْحَجَرَ مِنَ الْجُهْدِ وَالضُّعْفِ الَّذِیْ بِهٖ مِنَ الْجُوْعِ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن ابی زیاد نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو سیار نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے سہل بن اسلم نے یزید بن ابی منصور کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے انس سے اور انہوں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور اقدس ﷺ سے شدّت بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھلائے کہ ہر شخص کے پیٹ پر بھوک کی شدّت کی وجہ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھلائے کہ حضور اکرم ﷺ کو شدّت بھوک ہم سے زیادہ تھی اور ہم سے زیادہ وقت بدون کھائے گزر چکا تھا۔

Marfat.com

شدت بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھنا :

قال شکونا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... اہل مدینہ کی یہ عادت تھی کہ شدت بھوک کے وقت جب عاجز ہو جاتے تو پیٹ سے پتھر باندھ لیتے تاکہ اس کی سختی کی وجہ سے چلنے پھرنے میں ضعف لاحق نہ ہو۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ یہ مدینہ میں ایک پتھر کے ساتھ خاص ہے، جس کا نام مشبعہ ہے۔ اس پتھر میں اللہ جل شانہ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ اس کے باندھ لینے سے بھوک میں کسی قدر تسکین ہو جاتی ہے، لیکن ظاہر پہلا ہی قول ہے۔ اس لئے کہ اب بھی اکثر ایسا کیا جاتا ہے کہ شدت بھوک کے وقت پیٹ سے کسی کپڑے کا سخت باندھ لینا ضعف اور بھوک کی بے چینی میں مفید ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ خالی پیٹ میں نفخ پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور پتھر یا کسی سخت چیز کو باندھ لینے سے امن رہتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب پیٹ بالکل خالی ہو جائے تو انتڑیوں کے اتر جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بالخصوص چلنے پھرنے میں اور پیٹ کو باندھ لینے سے یہ خدشہ نہیں رہتا۔ نیز پیٹ کے بالکل خالی ہو جانے سے کمر بھی جھک جاتی ہے۔ کبڑا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ایک اشکال سے جواب :

اس حدیث پر ایک قوی اشکال ہے وہ یہ کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کئی کئی دن کا مسلسل روزہ رکھا کرتے تھے اور جب صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ کے اتباع میں روزوں کے تسلسل کا ارادہ کیا تو حضور اکرم ﷺ نے منع فرما دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ بغیر افطار کے کئی دن کا مسلسل روزہ رکھوں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے کھلاتے اور پلاتے ہیں۔ یہ کھلانا پلانا کس طرح ہوتا تھا، یہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظاہری طور پر کھانا پینا چھوڑنے سے حضور اکرم ﷺ پر بھوک کا اثر محسوس نہ ہوتا تھا، ایسی صورت میں پیٹ سے پتھر باندھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور چونکہ روزے والی روایات کثیرہ ہیں، اس لئے بعض علماء نے

Marfat.com

محدثین کے قواعد کے ماتحت ان پتھر والی روایتوں کو ضعیف قرار دے دیا، لیکن اکثر محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ اس مضمون کی روایات بھی کئی ہیں۔ نیز روزے والی روایتوں سے کوئی ایسی مخالفت بھی نہیں ہے کہ دونوں کا مختلف حالات پر حمل نہ ہوسکتا ہو، اس لئے ان روایات کے ضعیف قرار دینے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد پھر مختلف اقوال تطبیق ان دونوں روایتوں کے متعلق وارد ہوئے ہیں۔

(۱) پتھر والی روایات ابتداء زمانہ کی ہوں اور یقیناً حضور اکرم ﷺ کی ترقیات روز افزوں تھیں۔ اس لئے کھلانے پلانے والی روایات بعد کی ہوں۔

(۲) کھلانا پلانا روزے کی حالت کے ساتھ مخصوص اور عام مومنین میں بھی یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ روزہ کی حالت میں فاقہ کا اثر اور تعب اتنا نہیں ہوتا، جتنا بغیر روزے کے فاقہ سے مشقت اور بار ہوتا ہے تو پھر حضور اکرم ﷺ کا کیا کہنا جہاں روزہ حقیقی او رکمال کے درجہ پر تھا۔

(۳) مختلف حالات کے اعتبار سے دونوں حالات حضور اکرم ﷺ کے بھی ہوتے ہوں، جیسا کہ مشائخِ سلوک کے مختلف احوال ہوا کرتے ہیں۔ اس قول کے موافق ان روایات کو ابتداء زمانہ پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اخیر زمانہ میں بھی مختلف اوقات کے اعتبار سے مختلف احوال ہوسکتے ہیں۔

(۴) حضور اکرم ﷺ پر بھوک کا اثر یقیناً نہیں ہوتا تھا۔ اس کے باوجود پتھروں کا باندھنا فقراء و مساکین کے ساتھ اشتراکِ عمل کی غرض سے تھا اور عام دستور ہے کہ جس مشقت اور تکلیف میں اپنے بڑے بھی مبتلا ہوجاتے ہیں، اس میں سعادت مند چھوٹوں کے لئے ان کے مقابلہ میں اپنی تکلیف کا التفات بھی نہیں رہتا۔ پھر صحابہ کرامؓ جیسے سعید عشاق کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔

(۵) حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کھلانا پلانا اعزاز و اکرم ہی تو تھا کوئی وجوبی امر نہ تھا تو کسی وقت جب کہ صحابہ کرامؓ پر تنگی و عسرت کا غلبہ ہو فقر و فاقہ اس حالت پر پہنچ گیا ہو کہ پیٹ سے پتھر باندھنا پڑ جائیں حضوا کرم ﷺ خود اس اکرام سے مستفید نہ ہوتے ہوں کہ بچہ اگر

Marfat.com

بھوک میں تڑپتا ہوتو ماں کے حلق میں ٹکڑا اٹکا کرتا ہے پھر حضور اکرم ﷺ کی امت پر شفقت کا کیا پوچھنا، جہاں ہزروں ماؤں کی شفقتیں قربان۔ (خصائل)

(۴/۳۵۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيْهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيْهَا اَحَدٌ فَاَتَاهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ مَاجَآءَ بِكَ يَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ خَرَجْتُ اَلْقَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنْظُرُ فِیْ وَجْهِهٖ وَالتَّسْلِيْمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ جَآءَ عُمَرُ فَقَالَ مَاجَآءَ بِكَ يَا عُمَرُ قَالَ الْجُوْعَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ . فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ فَانْطَلَقُوْا اِلٰى مَنْزِلِ اَبِی الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ الْاَنْصَارِیِّ وَ كَانَ رَجُلًا كَثِيْرَ النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَ الشَّاءِ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ خَدَمٌ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَقَالُوْا لِامْرَأَتِهٖ اَيْنَ صَاحِبُكِ فَقَالَتْ اِنْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَآءَ فَلَمْ يَلْبَثُوْا اَنْ جَآءَ اَبُو الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَآءَ يَلْتَزِمُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ يُفَدِّيْهِ بِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ اِلٰى حَدِيْقَتِهٖ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا ثُمَّ انْطَلَقَ اِلٰى نَخْلَةٍ فَجَآءَ بِقِنْوٍ فَوَضَعَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا تَنَقَّيْتَ لَنَا مِنْ رُطَبِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَرَدْتُ اَنْ تَخْتَارُوْا اَوْ تَخَيَّرُوْا مِنْ رُطَبِهٖ وَبُسْرِهٖ فَاَكَلُوْا وَ شَرِبُوْا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مِنَ النَّعِيْمِ الَّذِیْ تُسْئَلُوْنَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ وَ رُطَبٌ طَيِّبٌ وَمَآءٌ بَارِدٌ فَانْطَلَقَ اَبُو الْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَذْبَحَنَّ لَنَا ذَاتَ دَرٍّ فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقًا اَوْ جَدْيًا فَاَتَاهُمْ بِهَا فَاَكَلُوْا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَتَانَا سَبْیٌ فَاْتِنَا فَاُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِرَاْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ فَاَتَاهُ اَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِخْتَرْلِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَاِنِّیْ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّیْ

Marfat.com

وَاسْتَوْصِ بِهٖ مَعْرُوْفًا فَانْطَلَقَ اَبُو الْهَيْثَمِ اِلٰى اِمْرَأَتِهٖ فَاَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتْ اِمْرَأَتُهٗ مَا اَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِلَّا اَنْ تُعْتِقَهٗ قَالَ فَهُوَ عَتِيْقٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يُبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيْفَةً اِلَّا وَلَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ بِطَانَةٌ لَا تَاْلُوْهُ خَبَالًا وَ مَنْ يُّوْقَ بِطَانَةَ السُّوْءِ فَقَدْ وُقِىَ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن اسمٰعیل نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شیبان ابومعاویۃ نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالملک بن عمیر نے ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن کے واسطہ سے بیان کیا اور انہوں نے اسے صحابی رسول حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک روز (خلاف عادت شریفہ) سید دوعالم ﷺ ایسے وقت باہر تشریف لائے، جس وقت آپ باہر تشریف نہیں لایا کرتے تھے اور نہ ہی اس وقت کوئی ایک ملاقات کرنے والا آپ ﷺ سے ملنے آتا۔ دریں اثنا ابوبکر صدیقؓ آنحضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر ! اس وقت تیرے آنے کا باعث کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس ارادہ ونیت سے گھر سے نکلا ہوں کہ رسولِ کریم ﷺ کی ملاقات کروں اور چہرۂ اقدس کو دیکھوں اور آپؐ کی خدمتِ بابرکت میں سلام عرض کروں۔ پس تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے سرورِ کائنات نے ارشاد فرمایا اے عمر ! تجھے اس وقت کونسی ضرورت لے آئی تو انہوں نے عرض کیا کہ بھوک یارسول اللہ ﷺ تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کچھ تو میں بھی محسوس کرتا ہوں، پھر یہ تینوں حضرات ابی ہیثم بن تیہان انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے اور یہ صاحب کافی کھجور، درخت اور بکریاں رکھتا تھا اور اس کا کوئی نوکر نہیں تھا۔ یہ انصاری گھر پر موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی سے پوچھا تیرا خاوند کہاں ہے، اس نے کہا وہ تو ہمارے لئے میٹھا پینے کا پانی لانے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ وہ انصاری پانی سے بھری ہوئی مشک لے آیا، جس کو وہ بوجھ کی

Marfat.com

طرح اٹھا رہا تھا۔ پس فوراً اس مشک کو رکھ دیا، پھر آئے اور آتے ہی فرطِ محبت سے حضور پاک ﷺ سے لپٹ گئے۔ اور آنجناب پر اپنے ماں باپ قربان کرنے لگے، پھر ان تمام حضرات کو اپنے کھجوروں کے باغ میں لے گئے ان بزرگوں کے لئے بچھونے بچھائے، پھر ایک درخت کی جانب گئے اور کھجور کا خوشہ لے آئے (جس میں کچی پکی آدھ کچری کھجوریں تھیں) اور ان گرامی قدر بزرگوں کے سامنے پیش کر دیں تو نبی کریم ؐ نے ارشاد فرمایا تو نے ہمارے لئے پکی کھجوریں چھان کر کیوں نہ توڑیں۔ تو ابوالہیثمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ میں یہ چاہتا تھا کہ آپ خود پکی اور کچی کھجوریں پسند فرما کر تناول فرماویں۔ تینوں حضرات نے وہ کھجوریں نوش فرمائیں اور اس پانی سے پانی پیا، پھر سید الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے مجھے اس ذاتِ اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یہ بھی اس نعیم میں داخل ہے، جس کا سوال قیامت میں ہوگا۔ ٹھنڈا سایہ، تازہ کھجوریں، او رٹھنڈا پانی۔ ابوہیثم جانے لگے تاکہ مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کریں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو ہمارے لئے دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا، تو ان حضرات کے لئے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا، وہ ان صاحبان کے سامنے پکا کر پیش کر دیا۔ ان حضرات نے اسے تناول فرمایا۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تیرا خادم کوئی نہیں ہے؟ ابوہیثم نے عرض کیا کہ نہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب بھی غنائم میں غلام آئیں تو مجھے یاد کرنا، پھر حضور ﷺ کی خدمت میں دو غلام پیش کئے گئے۔ ابوہیثم آئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لے۔ ابوہیثم نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ! آپ ہی میرے لئے ایک منتخب فرمالیں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ غلام لے لے، کیونکہ میں نے اسے نماز ادا کرتے دیکھا ہے اور میری ایک وصیت اس کے حق میں قبول کر، وہ یہ کہ اس کے ساتھ نیکی کرتا رہ، ابوہیثم اپنی بیوی کے پاس گئے، اور حضور ﷺ کا ارشاد اُسے بتایا تو اُسے اس کی بیوی نے کہا کہ اس غلام کے بارے میں حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے، تو اس کو پورا نہیں کر سکتا، سوائے اس بات کے تو اسے آزاد کر دے۔

Marfat.com

فوراً ابوہیثم نے کہا غلام آزاد ہے۔ تو (جب اس کی آزادی کی اطلاع آنجناب ﷺ کو پہنچی) نبی کریم ﷺ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ ہر نبی اور اس کے جانشین کے لئے دو باطنی مشیر اور صلاح کار پیدا کرتا ہے، جن میں سے ایک مشیر بھلائی کا امر کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور ایک مشیر تباہ و برباد کرنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا اور جو شخص برے مشیر سے بچا لیا جائے وہ ہر قسم کی برائی سے بچا لیا گیا۔

راوی حدیث (۶۲۸) آدم بن ابی یاس رحمہ اللہ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں

واقعات متعدد ہو سکتے ہیں :

قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔ حضور اقدس ﷺ ایسے وقت میں گھر سے باہر تشریف لائے نہ تو اس وقت نکلنا آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی اور نہ اس وقت کوئی ملاقات کے لئے آتا تھا۔ شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ رات کا بھی ہو سکتا ہے اور دن کا بھی۔ مسلم شریف کی روایت میں ذات لیلۃ (رات) کی تصریح ہے اور شرح ملا علی القاریؒ میں حضرت جابرؓ کی روایت میں ذات یوم (دن) کی تصریح ہے۔ دونوں روایات میں تطبیق یہ ہے کہ یہ قصہ صرف ایک مرتبہ نہیں دو متعدد واقعات ہو سکتے ہیں۔ ایک واقعہ رات کو پیش آیا ہو اور دوسرا دن کو۔ علامہ بیجوریؒ یہی توجیہ فرما رہے ہیں ولعل ذلک تعدد فمرة کان لیلا و مرة کان نهارا۔ (مواہب ص ۲۷۲)

حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور اقدسؐ سے کمالِ مناسبت حاصل تھی :

فقال خرجت...... حضور اقدس ﷺ کے سوال پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ جمالِ جہاں آراء کی زیارت و ملاقات اور سلام کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، و فیه ایماء بان عادة الصدیق ایضاً کانت علی وفق عادة النبی صلی اللہ علیه وسلم حیث لم یکن یخرج الاحین یخرج (جمع ج ص ۲۳۶) یعنی حضرت

Marfat.com

صدیق اکبرؓ کا معمول بھی حضور اقدس ﷺ کے معمول کے مطابق ہوا کرتا تھا اور یہ تکوینی بات تھی۔ ربّ ایسا کرا دیتے تھے۔ اُدھر حضور ﷺ کے دل میں آیا کہ اب باہر نکلنا چاہئے، اِدھر صدیق اکبرؓ کے دل میں بھی ڈال دیا گیا، وہ بھی باہر نکل آئے۔ دونوں میں ایک فطری اور طبعی مناسبت تھی۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ تحریر فرماتے ہیں:

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال تناسب کی وجہ سے تھا کہ حضور اکرم ﷺ کو اگر خلافِ عادت شریف باہر تشریف آوری کی نوبت آئی تو اس یک جان دو قالب پر بھی اس کا اثر ہوا۔ بندہ کے نزدیک یہی وجہ اولیٰ ہے اور یہی کمال تناسب بڑی وجہ ہے نبوی دور کے ساتھ خلافتِ صدیقیہ کے اتصال کی کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اگر کوئی دوسرا خلیفہ ہوتا تو مناسبتِ تامہ نہ ہونے کی وجہ سے وقتی احکام میں کچھ تغیر ضرور ہوتا اور صحابہ کرامؓ کے لئے حضور اکرم ﷺ کے فراق کے ساتھ یہ دوسرا مرحلہ مل کر رنج وملال کو ناقابل برداشت بنانے والا ہوتا۔ بخلاف صدیق اکبرؓ کے کہ حضور اقدسؐ کے ساتھ اس درجہ اتصال اور قلبی یک جہتی تھی کہ جن مواقع پر جو حضور اکرم ﷺ کا طرزِ عمل تھا وہی اکثر حضرت صدیق اکبرؓ کا بھی تھا۔ چنانچہ حدیبیہ کا قصہ مشہور ہے۔ مسلمانوں نے نہایت دب کر ایسی شرائط پر کفار سے صلح کی تھی کہ بعض صحابہؓ اُس کا تحمل بھی نہ کر سکے اور حضرت عمرؓ نہایت جوش میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک ہوں حضرت عمرؓ: کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضورؐ بیشک۔ حضرت عمرؓ! پھر ہم کو دین کے بارے میں یہ ذلت کیوں دی جا رہی ہے؟ حضور ﷺ میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا، وہی میرا مددگار ہے۔ حضرت عمرؓ! کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مکہ مکرمہ جائیں گے۔ اور طواف کریں گے؟ حضور ﷺ! لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال مکہ میں جائیں گے۔ حضرت عمرؓ! نہیں یہ تو نہیں کہا تھا۔ حضور ﷺ بس تو مکہ میں ضرور جائے گا اور طواف کرے گا۔ اس کے بعد عمرؓ، اسی جوش میں حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابوبکرؓ! کیا یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ!

Marfat.com

بے شک ۔ حضرت عمرؓ! کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ! بے شک ۔ حضرت عمرؓ! پھر دین کے بارے میں ہم (یا ہمیں ؟) ذلت کیوں دیے جارہے ہیں ؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ ! اے آدمی! یہ بلا تردد سچے رسول ہیں اور اللہ کی ذرا بھی نافرمانی کرنے والے نہیں ہیں ۔ وہی ان کا مددگار ہے تو ان کا رکاب کو مضبوط پکڑے رہ ۔ حضرت عمرؓ ! کیا انہوں نے ہم سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہم مکہ جائیں گے اور طواف کریں گے؟ حضرت ابو بکرؓ: کیا تجھ سے یہ بھی وعدہ فرمایا تھا کہ اسی سال جائیں گے' حضرت عمرؓ! نہیں یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ! کیا تو مکہ میں جائے گا اور طواف کرے گا ۔ بخاری شریف میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے اور بھی اسی قسم کے متعدد واقعات حیرت انگیز ہیں ۔ حتی کہ اگر حضور اکرم ﷺ سے اجتہادی خطا ہوئی تو اس میں بھی حضرت ابو بکرؓ شریک ہیں، جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں جس کا قصہ سورۃ انفال کے اخیر میں ہے ۔اس صورت میں حضرت ابو بکرؓ کا اس وقت خلافِ معمول باہر آنا دل رابدل رہیست حضور اکرم ﷺ کے قلبِ اطہر کا اثر تھا گو بھوک بھی لگی ہوئی ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا آنا بھی بھوک کے تقاضے کیوجہ سے تھا، لیکن حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھ کر اس کا خیال بھی جاتا رہا، اسی لئے حضور اکرمؐ کے استفسار پر اس کا ذکر نہیں کیا ۔

یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے آقاؐ
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی تشریف آوری بھوک ہی کی وجہ سے تھی ،مگر اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ حضور اکرم ﷺ کو گرانی نہ ہو کہ دوست کی تکلیف اپنی تکلیف پر غالب ہو جایا کرتی ہے ۔ (خصائل)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عاشقانہ انداز :

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کے استفسار پر اپنے حاضر ہونے کے تین مقاصد عرض کئے ۔ سبحان اللہ! محبت' اطاعت اور عشقِ رسول ﷺ کا حضرت ابو بکر صدیقؓ کتنا پیارا اور عاشقانہ انداز اختیار کر رہے ہیں' حضرت ابو بکر صدیقؓ کی غرض ملاقات' رخ

Marfat.com

انور کا دیدار اور سلام عرض کرنا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کی حاضری :

فلم یلبث ...... ابھی تھوڑی دیر نہیں گذری تھی کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے۔ استفسار پر حاضری کی وجہ عرض کی کہ مجھے اس وقت نہایت ہی شدید بھوک لگی ہوئی ہے۔

ابوالہیثم انصاریؓ :

فانطلقوا إلی منزل ابی الهیثم ...... پھر تینوں حضرات ابوالہیثم تیہان انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوالہیثم انصاری حضور اقدس ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ اللہ کا دیا ہوا بہت کچھ تھا۔ صحابہؓ میں یہ صاحب کچھ زیادہ آسودہ حال تھے۔ کھجوروں کا باغ بھی تھا، بھیڑ بکریاں بھی تھیں۔ تاہم گھر کا کام کاج اور ضروریات کی خود تکمیل فرماتے تھے۔ و اسمه مالک و قیل ابو ایوب ولا مانع من کون الثانی کنیته والأول اسمه (مواہب ص ۲۷۳) (ابوالہیثم کا نام مالک تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ابو ایوب ہے۔ لیکن اس میں کوئی مانع نہیں کہ دوسرا یعنی (ابو ایوب) ان کی کنیت ہو اور پہلا یعنی (مالک) اس کا نام ہو)

محبوب درِ دولت پر :

خادم وغیرہ نہیں تھا، جب حضور اقدس ﷺ شیخینؓ کے ہمراہ ان کے در دولت پر حاضر ہوئے تو وہ موجود نہ تھے اور میٹھا پانی لینے گئے ہوئے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ وہ میٹھے پانی کا مشکیزہ اٹھائے پہنچ گئے۔ حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے ہوئے زبان حال سے گویا ہوئے .... ؎

ہم نشیں جب میرے ایام بھلے آئیں گے
بن بلائے میرے گھر آپ چلے آئیں گے

اخذِ مسائل :

۱) تینوں حضرات کا حضرت انصاریؓ کے گھر میں بے تکلف جانے سے علماء اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ بلند مرتبہ والے اشخاص جن کی پرہیزگاری اور تقدس

Marfat.com

کی وجہ سے ان کے ساتھی ان کا احترام کرتے ہیں، تکریم کرتے ہیں، اگر اپنے احباب کے گھر بغیر پیشگی اطلاع کے کھانے پینے کے لئے چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۲) حضرت ابوالہیثمؓ کی مالداری اور آسودہ حالی کے باوصف اپنے کام کاج اپنے ہاتھوں سے انجام دینے سے معلوم ہوا کہ مالداری اور سرمایہ داری کے باوجود بھی اپنے گھر والوں کی خدمت اور ان کی ضروری حاجات اور تقاضوں کی تکمیل تقدس، بزرگی اور عظمت کے منافی نہیں ہے، بلکہ اس میں تو کمالِ تواضع اور حسنِ خلق ہے۔ علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں یؤخذ منه أن خدمة الإنسان بنفسه لأهله لاتنافي المروءة بل هي من التواضع و كمال الخلق۔ (مواہب ص ۲۷۴)

۳) تینوں حضرات کا حضرتِ ابوالہیثمؓ کی اہلیہ سے گفتگو اور اس کے جواب سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ خاتون سے مردوں کی گفتگو جائز ہے۔ جب فتنہ کا خوف نہ ہو۔ بلکہ شیخ ابراہیم البیجوریؒ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ یؤخذ منه حل تكلم الأجنبية و سماع كلامها مع أمن الفتنة وان وقعت فيه مراجعة ثم اِن هذه المرأة تلقتهم احسن التلقى و انزلتهم أكرم الإنزال و فعلت مايليق بذلك الجناب الافخم و الملاذ الأعظم يؤخذ منه جواز إذن المرأة فى دخول منزل زوجها اذا علمت رضاه وجواز دخول الضيف منزل الشخص باذن زوجته مع علم رضاه حيث لاخلوة محرمة. (مواہب ص ۲۷۳) (اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو اجنبی عورت سے کلام کرنا اور اس کی بات کو سننا اور سوال و جواب کرنا جائز ہے۔ پھر اس عورت نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے ساتھ حسنِ تلقی اور عزت و احترام کا ایسا عظیم الشان برتاؤ اور معاملہ کیا جو آپ ﷺ کی عظمتِ شان کے لائق و مناسب تھا تو اسی سے اس مسئلہ کا جواز بھی معلوم ہوا۔ کہ عورت خاوند کی رضامندی کی صورت میں کسی کو اس کے گھر آنے کی اجازت دے سکتی ہے اور وہ بھی جب اس کو معلوم ہو کہ اس کا خاوند کو اس سے خوشی ہوگی داخل ہو سکتا ہے۔ جبکہ حرام خلوت کی صورت نہ ہو)

۴) فوضعه، پھر ابوالہیثمؓ نے کھجور کا خوشہ اُن کے سامنے رکھا تا کہ وہ کھانے سے

Marfat.com

پہلے اس سے حسبِ طبیعت کھجور نوش فرماتے رہیں۔ شارحینِ حدیثؒ نے اس کی بھی متعدد وجوہ بتائی ہیں۔

(ا) کھانے سے پہلے میٹھی چیز سے تفکہ کرنا معدہ کے لئے بہتر، مقوی، مفید اور نافع ہے کہ اس سے نظام ہضم میں مدد ملتی ہے، علامہ بیجوریؒ بھی یہی فرماتے ہیں لان الابتداء بما یتفکه من الحلاوة أولی فإنه مقو للمعدة لأنه اسرع هضماً (مواہب ص ۲۷۴)

(ب) قرطبیؒ فرماتے ہیں، مہمان کی آمد میں جو چیز گھر میں فوراً دستیاب ہو او ربسہولت میسر ہو سب سے پہلے وہی چیز لانی چاہئے اور اسی سے مہمان کا اکرام کرنا چاہئے و قال القرطبی انما قدم لهم هذا العرجون لأنه الذی تیسر فوراً من غیر کلفة (مواہب ص ۲۷۴) (امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالہیثمؓ ان کے پاس کھجور کا خوشہ اس وقت اس لئے لائے کہ وہ ابوالہیثمؓ کو بلا تکلف فوراً میسر تھا)

(ج) میزبان کے لئے بہتر یہ ہے کہ مہمان کا اکرام احسن چیز اور عمدہ چیز سے کرے، جو اسے میسر ہو، یؤخذ من الحدیث انه ینبغی للمضیف ان یقدم الی الضیف أحسن ماعنده (مواہب ص ۲۷۴) (حدیث شریف سے یہ مسئلہ بھی ماخوذ ہو سکتا ہے کہ میزبا ن کے لئے مناسب ہے کہ وہ مہمان کے سامنے سب سے پسندیدہ چیز پیش کرے)

تمام نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا :

هذا والذی نفسی بیده ...... چونکہ حضور اقدس ﷺ شفیقِ امت اور معلّم اِنسانیت ہیں اور ان کا ہر ہر لحظہ اور ہر ہر ادا تعلیم اُمت کے لئے تھی۔ اس لئے ارشاد فرمایا، قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ بھی ان نعمتوں میں داخل ہے، جن کا سوال قیامت میں ہوگا، پھر موجودہ تینوں چیزیں بھی شمار کردیں۔ ظل بارد ورطب وماء بارد یعنی ٹھنڈا سایہ، تازہ اور تر کھجوریں اور ٹھنڈا پانی۔ سورۃ تکاثر میں واضح ارشاد ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے شکر کے بارے میں سوال ہوگا کہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کا کس درجہ شکر ادا کرتے رہے ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ۔ (التکاثر:۸) (پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا) وفی روایة مسلم فلما شبعوا و رووا قال صلی الله علیه و

Marfat.com

سلم لابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما والذی نفسی بیدہ لتسئلن عن ھذا النعیم یوم القیامۃ اخرجکم من بیوتکم الجوع ثم لم ترجعوا حتی اصابکم ھذا النعیم ۔(جمع ج۲ص ۲۴۰) (اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ جب وہ سب (یعنی حضور ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر) خوب کھانے پینے سے سیر ہوئے ۔آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کوفرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ میری روح اس کے قبضہ واختیار میں ہے تم سے قیامت کے دن ان نعمتوں کے متعلق ضرور پوچھ گچھ (سوال وجواب) ضرور ہوگا۔ تمہیں گھروں سے بھوک نے نکالا پھر تمہیں گھروں کو لوٹنے سے پہلے یہ نعمتیں حاصل ہوگئیں)

پیٹ بھر کر کھانا کھانا :

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیٹ بھر کر کھانا بھی جائز ہے ۔البتہ احادیث میں جو زیادہ کھانے کی مذمت آئی ہے ، وہ وہی زیادہ ہے جو صحت کے لئے مضر ہو یا پیٹ بھر کر کھانے کی عادت اور مداومت بنالی جائے ،جس سے قلب میں قساوت ، بدن میں کسل پیدا ہوتا ہے اور فقراء محتاجین اور بھوکوں ومساکین کی کیفیات بھول جاتی ہیں ۔ ملاعلی قاری رحمہ اللہ پیٹ بھر کر کھانے کی مذمت انہی الفاظ میں فرماتے ہیں وماوردفی ذمہ محمول علی شبع مضر أوعلی المداومۃ لانہ یقسی القلب و یکسل البدن وینسی الاخوان المحتاجین ۔(جمع ج۲ ص ۲۴۰)

صحابی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل وعیال پر شفقت :

فانطلق ...... ابتدائی تواضع وخدمت کے بعد حضرت ابوالہیثم جانے لگے تاکہ مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کریں ،تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا دیکھو ! ہمارے لئے دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا ۔میزبان' اپنے عظیم مہمان سے فرطِ محبت اور جذبۂ عشق میں کہیں ایسا جانور ذبح نہ کردے ، جو دودھ دے رہا ہو یا عنقریب بچہ جننے والا ہو کہ کل کو نقصان ہوگا ۔ یہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ پر اور ان کے اہل وعیال پر کمال شفقت ومحبت کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ لاتذبحن ذات درّ أی لبن وفی روایۃ مسلم ایاک و الحلوب ای ولو فی

Marfat.com

المستقبل فیشمل الحامل وهذا نهی ارشاد و ملاطفة فلا کراهة فی مخالفته فالمقصود الشفقة علیه و علی أهله لانهم ینتفعون باللبن مع حصول المقصود بغیرها (مواهب ص ۲۷۵) (آپ ﷺ نے فرمایا ضرور بضرور دودھ دینے والے جانور کو ذبح نہ کریں اور مسلم کی روایت میں ہے کہ دودھ دینے والے جانور کے ذبح سے محتاط رہیں یعنی اگر چہ وہ آئندہ دودھ والا ہوگا تو یہ حاملہ جانور کو بھی شامل ہوا۔ چونکہ یہ نہی اور منع کرنا شفقت اور ملاطفت کے لئے ہے اس لئے اس کی مخالفت کرنا مکروہ اور ناجائز نہ ہوگا۔تو آپ ﷺ کا دراصل اس صحابی پر اور اس کے اہل وعیال کے ساتھ شفقت ومہربانی کرنے کا معاملہ ہے کیونکہ وہ دودھ دینے والے جانور سے نفع اٹھاتے رہیں گے اور آپ ﷺ اور رفقاء کا مقصد اس کے بغیر بھی حاصل ہو جائے گا)

عناق اور جدی کا معنیٰ :

فذبح لهم عناقا أو جدیا ' لفظِ أو شک کے لئے ہے۔ای شک من الراوی۔ (مواهب ص ۲۷۵) العناق (بفتح العین) چھوٹا بچہ انثی المعزلها أربعة أشهر و الجدی (بفتح الجیم) المعز مالم یبلغ سنة (مواهب ص ۲۷۵) (بکری کے چار ماہ والے بچے کو عناق (بفتح العین) کہتے ہیں اور جب تک پورے سال کا نہ ہو تو اس کو جدی (بفتح الجیم) کہتے ہیں)

ضیافت میں وسعت :

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت ابوالہیثم کا مہمانوں کے لئے بکری ذبح کرنا بے جا تکلفات اور مکروہات میں سے نہیں ہے۔ یہ کراہت تب ہے، جب میزبان کے لئے ضیافت کے مصارف اسی کی طاقت سے باہر ہوں اور وہ برداشت نہ کر سکے، مگر یہاں تو حضرت ابوالہیثم آسودہ حال ہیں،خوشحال ہیں۔ فهو مطلوب لقوله صلی الله علیه و سلم من کان یؤمن بالله و الیوم الآخر فلیکرم ضیفه لا سیّماً هؤلاء الاضیاف الذی فیهم سید ولد عبد مناف صلی الله علیه وسلم (مواهب ص ۲۷۵) (تو اس کا

Marfat.com

مطلوب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین رکھے تو وہ اپنے مہمان کی عزت افزائی کیا کرے خصوصاً ایسے اضیاف جس میں عبد مناف کی اولاد کے سردار (محمد ﷺ) بھی موجود ہوں)

مخلص خادم کے لئے انعام کا اعلان :

فقال النبی صلی اللہ علیہ و سلم هل لک خادم ...... حضرت ابوالہیثمؓ کے خلوص ومحبت، وارفتگی اور والہیت کا منظر دیدنی تھا۔ وہ محبوب دو عالم ﷺ کی ضیافت او رخدمت میں دل وجان سے نچھاور ہورہے تھے۔

ادھر حضور اقدس ﷺ سراپا شفقت تھے۔ اُن کا دل پسیج رہا تھا اور اُن کے دل میں اپنے میزبان کی تکلیف کا احساس ابھر رہا تھا۔ چنانچہ دریافت فرمایا۔ھل لک خادم کیا تمہارے پاس کوئی خادم ہے؟ جواب نفی میں ملا۔ تو ارشاد فرمایا ، فاذا اتانی سبی یعنی ہمارے پاس جنگی قیدی آتے رہتے ہیں۔اس کے بعد جب کوئی جنگی قیدی آیا تو وہ بحیثیت غلام کے تمہیں بطور انعام کے دے دیا جائے گا۔

جو آقا کی مرضی، وہی غلام کی مرضی :

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک موقع پر آپ ﷺ کے پاس دو جنگی قیدی آئے۔ حضرت ابوالہیثم حاضر خدمت ہوئے، تو آپ ﷺ نے حسب وعدہ اُن کو غلام دینا چاہا تو ارشاد فرمایا، اختر منھما یعنی دونوں میں سے ایک پسند کرلے، مگر وہ بھی تو نبی آخر الزمان ﷺ کے تربیت یافتہ تھے، عرض کیا حضرت نہیں ! اخترلی، آپ ﷺ خود ایک میرے لئے پسند کرلیں کہ میری نسبت آپ ﷺ کا انتخاب زیادہ سودمند ہوگا۔ انہوں نے اپنی مرضی کو حضور ﷺ کی مرضی میں فنا کر دیا تھا۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور ارشاد فرمایا ' المستشار مؤتمن جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے، وہ امین ہوتا ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنی سوچ، عقل اور صوابدید کے مطابق درست مشورہ دے۔ اگر مستشار دانستہ غلط مشورہ دے گا تو خیانت کا مرتکب ہوگا۔

Marfat.com

غلام کا انتخاب' اور وجہ انتخاب :

حضور اقدس ﷺ نے بھی اسی قاعدہ کے پیش نظر دو میں سے ایک غلام کا انتخاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا' خذ هذا فانی رأيته يصلى ' یہ غلام لے لو' اور اس کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اسے اللہ کی عبادت کرتے اور نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدمت' مزدوری کا اور کام کاج میں اس شخص کو ترجیح دینی چاہئے، جو نماز کی پابندی کرے۔

اخذِ مسائل :

یہاں سے فقہاء دو مسئلوں کا استنباط بھی کرتے ہیں۔ اولاً یہ کہ اِنسان کی افضلیت اور نیکی وصالحیت پر اس کے نمازی ہونے سے استدلال کیا جاسکتا ہے' ويؤخذ منه انه يستدل على خيرية الانسان بصلاته قال تعالىٰ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (مواہب ص ۲۷۵) (یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے) ثانیاً یہ کہ مستشار (مشورہ دینے والے) کے لئے مناسب یہ ہے کہ مستشیر (مشورہ لینے والے) کو اپنے مشورہ کی وجہ بھی بیان کردے تاکہ اس کے لئے مشورہ پر عمل کرنے میں معاون ثابت ہو۔ و يؤخذ منه ايضاً أنه ينبغى للمستشار ان يبين سبب اشارته بأحد الامرين ليكون اعون للمستشير على الامتثال ۔ (مواہب ص ۲۷۶)

غلاموں سے حسنِ سلوک کی تاکید :

و استوص به معروفا ...... آپ ﷺ نے اپنے حسنِ انتخاب اور اس کی بیانِ وجہ کے ساتھ ساتھ حضرت ابوالہیثمؓ کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ اس نمازی غلام کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ چنانچہ وہ غلام کو لے کر گھر پہنچے اور بیوی کو سارا ماجرا اور آپ ﷺ کی وصیت سنائی تو اس اللہ کی بندی نے فوراً کہا ابوالہیثمؓ ! تم حضور اقدس ﷺ کی وصیت پر پورا پورا عمل نہیں کرسکو گے اور اس غلام کے حق میں کہیں نہ کہیں کوتاہی ہوجائے گی۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اسے آزاد کردو۔ قال فهو عتيق ' (ابوالہیثمؓ نے کہا کہ وہ آزاد ہے) اپنی نیک اور

Marfat.com

پاکباز خاتون کا مشورہ قبول کرتے ہوئے فوراً اسے آزاد کر دیا۔

ہر انسان کے دو مشیر :

اِن اللّٰہ لم یبعث نبیا ...... جب حضور اقدس ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ہر نبی اور اس کے خلیفہ کے لئے دو اندرونی مشیر ہوتے ہیں۔ بطانۃ 'راز دار' بھیدی' ہو، بھید' دلی دوست اور مشیر کو کہتے ہیں، وبطانۃ الرجل صاحب سرہ الذی یستشیرہ فی امورہ تشبیھا لہ ببطانۃ الثوب (مواھب ص۲۷۶) (کسی شخص کا بطانہ وہ راز دار کہلاتا ہے جس سے وہ اندرونی اور ضروری امور میں مشورہ لیتا ہو۔ گویا وہ مشابہ ہوا بطانۃ الثوب (کپڑے کے استر) کے ساتھ) ایک باطنی مشیر اسے نیکی کی ہدایت کرتا، نیکی پر آمادہ کرتا ہے، برائی اور منکرات سے روکتا اور برے اقدامات پر ملامت کرتا ہے، جبکہ دوسرا مشیر لا تالوہ خبالا ای لاتقصر فی فساد حالہ و لاتمنعہ منہ فالألو التقصیر و قد تضمن معنی المنع (مواھب ص۲۷۶) اس کے تباہ و برباد کرنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا، جس شخص کو اچھا مشیر مل گیا، فقد وقی، اسے گویا شر سے نجات مل گئی۔ ابوالھیثم اگرچہ نہ تو نبی تھے اور نہ نبی کے خلیفہ مگر ان کو علی سبیل تمثیل خلیفہ کہا گیا ہے اور ان کی بیوی کو بمنزلہ بہترین مشیر کار قرار دیا گیا ہے۔

(۳۵۸/۵) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِیْدٍ حَدَّثَنِی اَبِی عَنْ بَیَانٍ حَدَّثَنِی قَیْسُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ ابْنَ اَبِی وَقَاصٍ یَقُوْلُ اِنِّی لَاَوَّلُ رَجُلٍ اَھْرَاقَ دَمًا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاِنِّی لَاَوَّلُ رَجُلٍ رَمٰی بِسَھْمٍ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُنِی اَغْزُوْ فِی الْعَصَابَۃِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تَاْکُلُ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَۃِ حَتّٰی تَقَرَّحَتْ اَشْدَاقُنَا حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا لَیَضَعُ کَمَا تَضَعُ الشَّاۃُ وَالْبَعِیْرُ وَاَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ یُعَزِّرُوْنَنِی فِی الدِّیْنِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَضَلَّ عَمَلِیْ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں عمر بن اسمٰعیل بن مجالد بن سعید نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ نے بیان کے واسطہ سے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے

Marfat.com

ہیں کہ مجھے اسے قیس بن حازم نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابی وقاص کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اُمتِ محمدیہ میں سب سے پہلا شخص، جس نے کافر کا خون بہایا ہو میں ہی ہوں اور ایسے ہی پہلا وہ شخص جس نے جہاد میں تیر پھینکا ہو میں ہوں۔ ہم لوگ (یعنی صحابہؓ کی جماعت ابتداء اسلام میں) ایسی حالت میں جہاد کیا کرتے تھے کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ درختوں کے پتے اور کیکر کی پھلیاں ہم لوگ کھایا کرتے تھے، جس کی وجہ سے منہ کے جبڑے زخمی ہو گئے تھے اور پتے کھانے کی وجہ سے پاخانہ میں بھی اونٹ اور بکری کی طرح مینگنیاں نکلا کرتی تھیں۔ اس کے بعد بھی قبیلہ بنو اسد کے لوگ اسلام کے بارے میں مجھ کو دھمکاتے ہیں، اگر میری دین سے ناواقفیت کا یہی حال ہے، جیسا کہ یہ لوگ بتاتے ہیں تو خسر الدنیا والاخرة (دنیا وآخرت دونوں خسارہ میں ہوئے) دنیا اس عسرت وتنگی میں گئی اور دین کی یہ حالت کہ نماز سے بھی واقفیت نہ ہوئی۔

پہلا شخص جس نے اللہ کے راستے میں کافر کا خون بہایا:

انی لاول رجل ...... حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو ایران کے فاتح اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں وہ پہلا شخص ہوں کہ جس نے اللہ کے راستے میں کافر کا خون بہایا ہے۔

شیخ ابن حجرؒ ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں صحابہ کرامؓ انتہائی راز داری سے عبادت کیا کرتے تھے۔ پہاڑوں اور دروں میں جا کر یادِ الٰہی کرتے تھے۔ ایک دفعہ اتفاقاً مکہ مکرمہ کے پہاڑوں میں صحابہؓ مشغولِ عبادت تھے وھم یصلون (مواہب ص ۲۷۶) (نماز پڑھ رہے تھے) کہ مشرکین کا ایک گروہ اچانک نمودار ہوا اور برا بھلا کہہ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ سعد بن ابی وقاصؓ کے قریب ہی اونٹ کا ایک جبڑا پڑا ہوا تھا انہوں نے اٹھا کر مشرکین پر ہلہ بول دیا۔ سات مشرکین کے سر اس جبڑے سے پھٹ گئے اور ان کے سروں سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ أهراق و فی نسخة هراق بلاهمز وهما لغتان يقال اهراق و هراق ای أراق وصب (مواہب ص ۲۷۶) (اهراق اور ایک نسخہ

میں بغیر ہمزہ ھراق اور یہ دو لغتیں ہیں یعنی اھراق اور ھراق لیکن بمعنیٰ اراق کے ہے یعنی خون بہایا) سعد بن ابی وقاصؓ کا یہ فرمانا اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ کی راہ میں پہلا تیر چلانے والا :

رمی بسهم ...... یعنی سب سے پہلا شخص میں ہی ہوں، جس نے اللہ کی راہ میں پہلا تیر چلایا ہے ۱ھ میں ابوسفیان کی زیر سرکردگی مشرکین کا لشکر آیا جو کہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا اسلام کا سب سے پہلا لشکر عبیدہ بن حارث کی زیر امارت حضور اقدس ﷺ نے بھیجا تاکہ اس کا حملہ روکا جائے۔ چنانچہ رابغ کے مقام پر مشرکین سے مسلمانوں کا آمنا سامنا ہوا۔ اس جہاد میں مسلمانوں کا جھنڈا سفید تھا۔ اسی جہاد میں حضرت سعد بن وقاصؓ مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے تیر چلانے والے تھے۔ فكان اول من رمى بسهم وهو اول سهم رمى به فى الاسلام (مواہب ص ۲۷۷) (تو سعد بن وقاصؓ پہلے وہ شخص ہوئے جس نے تیر چلایا اور یہ پہلا تیر تھا جو دین اسلام میں چلا گیا) آپؓ نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی غربت وفقر کا ایک منظر :

لقد رأيتنى ...... میں حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے ایک ایسے گروہ کے ساتھ مل کر جہاد کرتا تھا، جن کا گذر اوقات صرف درخت کے پتے اور ببول کے کانٹے ہوتے تھے۔ جن سے ہمارے جبڑے پھٹ جاتے اور ہم میں سے ہر ایک بکریوں اور اونٹوں کی طرح پاخانہ کرتا' یعنی ان فضلتهم تشبه فضلة الشاة والبعير فى اليبس لعدم الغذاء المالوف للمعدة (مواہب ص ۲۷۷) (صحابہ کرامؓ کا پاخانہ بوجہ یبوست اور خشکی کے بکریوں اور اونٹوں کی مینگنیوں کے مشابہ ہوتا کیونکہ انہیں معدہ کے موافق غذا میسر نہ ہوتی تھی)

سرية الخبط :

ہجرت کے پانچویں یا آٹھویں سال کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ تین

Marfat.com

سو انصار و مہاجرین کا لشکر تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو اللہ کے نبی نے قیادت عطا فرمائی تھی۔ مدینہ منورہ سے پانچ روز کی مسافت پر سمندر کے کنارے قبیلہ جہینہ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ اسی سریہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ بہت ہی سخت تھا اور صحابہ کرامؓ نے انتہائی مشقتوں، مصیبتوں، صعوبتوں اور تکالیف کو برداشت کیا۔ یہاں تک کہ جنگلی درختوں کے پتے اور کانٹے جھاڑ کر کھانے کی نوبت آئی۔ اس لشکر میں اوائل میں کھانے کے لئے روزانہ تین اونٹ ذبح ہوتے تھے، جب اونٹوں کی قلت کا اندیشہ ہوا تو امیرِ لشکر نے ان کے مزید ذبح کرنے کی ممانعت کر دی تو روزانہ کچھ مقدار میں کھجوریں تقسیم ہوتی تھیں، پھر ان میں قلت اور شدید قلت آئی اور حالت یہاں تک پہنچی کہ یومیہ ایک کھجور ملنے لگی کہ صحابہ کرامؓ اسے چوستے رہتے اور پانی پیتے رہے، جب وہ بھی ختم ہو گئیں، تو مانا کل الا ورق الشجر والحبلة ۔ تو درختوں کے پتے جھاڑ کر کھانے کی نوبت آئی۔ حبلة سمر کا پھل جو لوبیا کے مشابہ ہوتا ہے، بعض نے کہا جنگلی کانٹے دار درخت، وھو کل شجر عظیم له شوک کالطلح والعوسج (مواہب ص ۲۷۷) (ہر بڑا کانٹے دار درخت جیسے ببول وغیرہ)

خبط کے معنیٰ پتے جھاڑنا، صحابہ کرامؓ کے پتے جھاڑنے اور کھانے کی وجہ سے اس کا نام بھی سریة الخبط مشہور ہو گیا، پھر پتے اور کانٹے کھانا بھی کتنا سخت تھا کہ منہ میں چھالے پڑ گئے۔ حتی کہ تقرحت اشداقنا، تقرحت، القرح سے ہے بمعنیٰ زخمی ہونے اور پھٹنے کے، القرح زخم، پھٹن، پھوڑوں اور چھالوں کو کہتے ہیں، اشداق کا معنیٰ جبڑے، ای صارت ذات قروح من ذلک الورق والثمر والأشداق جمع شدق وھو طرف الفم ۔ (مواہب ص ۲۷۷) (یعنی پتوں اور کیکر کی پھلیوں کے کھانے کی وجہ سے ہمارے جبڑے اور باچھوں میں چھالے پڑ کر زخمی ہوئے)

قصہ سعدؓ کا پس منظر :

اس حدیث کا ترجمۃ الباب حدیث کا یہ آخری حصہ ہے، جس میں صحابہ کرامؓ کی تنگی وعسرت اور غربت وفقر کی کیفیت بتائی گئی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اس تفصیلی

Marfat.com

ارشاد کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے اس حدیث میں اپنے کارنامے اور اپنی مساعی جمیلہ اور قدیم الاسلام ہونا بیان کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کوفہ کے امیر تھے۔ کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے ان کی بہت سی شکایات کیں۔ حتیٰ کہ یہ بھی شکایت کی یہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بلوایا اور بلا کر ارشاد فرمایا کہ لوگ تمہاری بہت سی شکایات کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ نماز تک کی بھی شکایت کرتے ہیں۔ اس پر انہوں نے اپنی صفائی میں اپنا قدیم الاسلام ہونا، اسلام کے بارے میں مشقتوں کا برداشت کرنا وغیرہ بیان کر کے عرض کیا کہ اس پر یہ لوگ مجھے نماز پر دھمکیاں دیتے ہیں۔ میں نے جس طرح حضور اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، اُس سے ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ کوفہ میں دو آدمی بھیجے کہ وہاں گشت کر کے ان سے متعلق شکایات کی تحقیق کر کے آئیں۔ انہوں نے کوئی مسجد ایسی نہیں چھوڑی، جس میں جا کر نمازیوں سے حالات کی تحقیق نہ کی ہو۔ سب نے ان کی تعریف کی۔

البتہ ایک شخص نے یہ کہا کہ جب قسم دے کر پوچھتے ہو تو سچ سچ بتاؤں کہ سعد جہاد کے لئے نہیں نکلتے، گویا اپنی جان پیاری ہے۔ دوسرے یہ کہ تقسیم میں مساوات اور برابری نہیں کرتے اور فیصلہ میں انصاف نہیں کرتے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ تین شکایات کی ہیں، اس لئے تین بددعائیں کرتا ہوں۔ ہر ایک کے مناسب۔ اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے، محض شہرت اور دنیا کو دکھلانے کی غرض سے کھڑا ہوا ہے کہ بڑے آدمی پر تنقید کرنے سے شہرت ہوا کرتی ہے تو اس کی عمر بڑھا دے اور فقر میں اضافہ کر اور فتنوں میں مبتلا فرما۔ اس کے بعد دیکھنے والا اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اُس شخص کو دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے پلکیں آنکھوں پر گر گئی تھیں اور فقر ہو گیا تھا۔ گلی کوچوں میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور کوئی پوچھتا کہ یہ کیا حال ہو گیا تو کہتا کہ سعدؓ کی بددعا لگ گئی۔ اللھم انا نعوذبک من غضبک و غضب رسولک و غضب اولیائک (اے اللہ! ہم تیرے غیظ و غضب اور تیرے رسول ﷺ کے غصہ سے اور تیرے برگزیدہ شخصیات کے غصہ اور بددعاؤں سے تیری پناہ میں آتے ہیں) حضرت سعدؓ نے اس حدیث میں تین قصوں کی طرف اشارہ فرمایا، جن کو اس سے قبل

Marfat.com

تفصیل سے نقل کر دیا گیا ہے۔

حضرت سعدؓ کا استدلال :

و اصبحت بنو اسد ...... ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بنو اسد کی شکایات بے جا ہیں۔ آخر جس نے اسلام میں سب سے پہلے کافر کا خون بہایا ہو، جو سب سے پہلا تیر چلانے والا ہو، جس نے فقر و فاقہ اور غربت و افلاس میں اسلام، استقامت اور جہاد و عزیمت پر عمل کیا ہو، پھر وہ دین کے معاملہ میں سستی اور نماز میں کسل کرتا ہو، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ لقد خبت اذاً وضل عملی ۔ پھر تو میں سخت نقصان میں رہا اور میرے سارے عمل اکارت چلے گئے۔

(۳۵۹/۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيسٰى اَبُوْنَعَامَةَ الْعَدَوِيُّ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ عُمَيْرٍ وَ شُوَيْسًا اَبَا الرُّقَادِ قَالَا بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ وَ قَالَ انْطَلِقْ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِيْ اَقْصٰى اَرْضِ الْعَرَبِ وَ اَدْنٰى بِلَادِ اَرْضِ الْعَجَمِ فَاَقْبَلُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْمِرْبَدِ وَجَدُوْا هٰذَا الْكَذَّانَ فَقَالُوْا مَاهٰذِهٖ قَالَ هٰذِهِ الْبَصْرَةُ فَسَارُوْا حَتّٰى بَلَغُوْا حِيَالَ الْجِسْرِ الصَّغِيْرِ فَقَالُوْا هٰهُنَا اُمِرْتُمْ فَنَزَلُوْا فَذَكَرُوْا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ قَالَ فَقَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَ اِنِّيْ لَسَابِعُ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ حَتّٰى تَقَرَّحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُّ بُرْدَةً فَقَسَمْتُهَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ سَعْدٍ فَمَا مِنَّا مِنْ اُولٰٓئِكَ السَّبْعَةِ اَحَدٌ اِلَّا وَهُوَ اَمِيْرُ مِصْرٍ مِّنَ الْاَمْصَارِ وَ سَتُجَرِّبُوْنَ الْاُمَرَآءَ بَعْدَنَا .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو صفوان بن عیسیٰ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن عیسیٰ ابونعامہ عدوی نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے خالد بن عمیر اور شویس ابا الرقاد کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ خالد بن عمیر اور شویس ابا الرقاد فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروقؓ نے عتبہ

Marfat.com

بن غزوان کو مقرر فرما کر حکم دیا کہ تم اور تمہارے ساتھی جاؤ یہاں تک کہ منتہائے سرزمین عرب پر پہنچو، جس جگہ سے سرزمینِ عجم بہت ہی نزدیک رہ جاتی ہے۔ پس وہ لشکر روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ مربد پہنچا۔ انہوں نے وہاں سفید پتھر دیکھے، لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہے پھر چل پڑے یہاں تک کہ چھوٹے پل کے قریب پہنچ گئے، تو انہوں نے آپس میں کہا کہ یہ جگہ وہی ہے، جس جگہ ہمیں اترنے کا حکم دیا گیا تھا تو وہاں انہوں نے پڑاؤ ڈال دیا۔ پھر تمام واقعہ راویوں نے مفصل بیان کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ عتبہ بن غزوان نے کہا، البتہ تحقیق مجھ پر ایک ایسا دور گذرا ہے کہ میں حضور سرورِ عالم ﷺ پر ایمان لانے والوں میں سے ساتواں فرد تھا۔ ہمارے پاس کچھ بھی کھانے کا نہیں ہوتا تھا، مگر درختوں کے پتے۔ ان کے کھانے سے ہمارے جبڑے زخمی ہو گئے تھے۔ نیز مجھے ایک دفعہ ایک چادر ملی جو کہ نصف میں نے اور نصف سعد نے لے لی۔

پس (آج یہ عالم ہے) ہم ان سات صحابہؓ میں سے ہر ایک صحابی کسی نہ کسی شہر کا حاکم ہے اور عنقریب تم ہمارے بعد کے حکام کو آزما کر دیکھو گے۔

راویان حدیث (۶۲۹) خالد بن عمیرؓ اور (۶۳۰) شویس ابوالرقادؓ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کی پیشگی ناکہ بندی :

بعث عمر بن الخطاب ...... حضرت عمر فاروقؓ نے عتبہ بن غزوان کو مقرر فرما کر حکم دیا کہ تم اور تمہارے ساتھی جاؤ۔ جب منتہائے سرزمین عرب پر پہنچو، جس جگہ سرزمین عجم بہت ہی نزدیک رہ جاتی ہے۔ عتبہ بن غزوان کی قیادت میں جانے والے لشکر کی تعداد تین سو تھی۔ ان کو بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کو یہ علم ہو گیا تھا، اہل عجم نے عربوں پر یلغار کا فیصلہ کیا ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ یزدجرد نے عجمیوں سے امداد طلب کی ہے، جس کا راستہ یہی یعنی بصرہ ہے، جس راستے پر لشکر اسلام بھیجا جا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ کا لشکر بھیجنا، کفار کی پیشگی ناکہ بندی غرض تھی۔ فاراده عمر ان یرابطوا بذلک الثغر لیضبطوا تلک الجهة من العدو (مناوی ج ۲۴۴) (اس لشکر بھیجنے سے حضرت عمرؓ کا

Marfat.com

یہ مقصد تھا کہ وہ دشمن کی اس سرحد پر اس لئے پڑاؤ ڈالیں تا کہ اس طرف کے دشمن سے مکمل حفاظت ہو سکے)

المربد :

حتی اذا کانوا بالمربد ...... لشکر چلا اور مربد (بصرہ) پہنچا۔ مربد اس مقام کو کہتے ہیں۔ جہاں رات کو اونٹ اور بکریاں رہتی ہیں، جسے تھان اور باڑہ بھی کہا جا سکتا ہے' من ربد بالمکان اذا اقام فیه (جمع ج۲ص۲۴۲) (مربد ماخوذ ہے ربد بالمکان سے۔ جس وقت اس میں ٹھہرا جائے (چونکہ وہ اونٹوں کے باندھنے کی جگہ ہوتی ہے اس لئے مربد الابل کہلاتی ہے)

نیز مربد اس جگہ کو بھی کہتے ہیں، جہاں تازہ میوہ خشک کیا جاتا ہے۔ کھجوروں کے خشک کرنے کی جگہ بھی مربد کہلاتی ہے۔ مجلس کو بھی مربد کہتے ہیں۔ موضع بالبصرة و اصله موضع حبس الابل او تجفیف الرطب (مناوی ج۲ص۲۴۴) (مربد بصرہ کے ایک موضع کا نام ہے اور دراصل اونٹوں کے باڑ کو یا کھجور خشک کرنے کے میدان کو کہتے ہیں)

بصرہ :

تو انہوں نے وہاں پہنچ کر سفید پتھر دیکھے الکذان سنگ ہائے نرم و سفید کو کہتے ہیں۔ حجارۃ رخوۃ کانها مائلة الی البیاض ' تو انہوں نے مقامی لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ سفید سفید کلوخ نما چیزیں کیا ہیں تو جواب ملا کہ هذه البصرة یہ سفید رنگ کے پتھر ہیں، ای هذه الحجارة تسمی بالبصرة لأن البصرة اسم للحجارة الرخوة المائلة للبیاض (مواہب ص۲۷۸) اس وقت تک بصرہ نہیں بنا تھا حضرت عتبہؓ نے اس کی بنیاد اور تعمیر و ترقی کا کام کیا۔ شہر بسایا۔ یہ حضرت عمرؓ کی ہدایات پر ان ہی کے دور مسعودؓ میں ہجرت کے سترھویں سال بسایا گیا۔ سکنها الناس سنة ثمان عشرة ولم یعبد بأرضها صنم ولذالک یقال لها قبة الاسلام و خزانة العرب (مواہب ص۲۷۸) (۱۸ھ میں لوگوں نے بصرہ میں سکونت شروع کر دی اور اس میں کسی قسم کی کوئی بت پرستی نہیں ہوئی اس لئے اس کو

Marfat.com

اسلام کا گنبد اور عرب کا محافظ خانہ کہا جاتا ہے)

مقام بصرہ میں کاروان کا پڑاؤ :

فساروا ...... کاروان چلتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ قافلہ حبال الجسرا لصغیر یعنی نہر دجلہ کے چھوٹے پل تک پہنچ گیا۔ و کان ذلک الجسر علی الدجلة فی عرضها یسیر علیه المشاة والرکبان واحترز بالصغیر عن الجسر الکبیر و هو عند بغداد و بینهما عشرة ایام (مواہب ص ۲۷۸) (یہ دجلہ کی چوڑائی پر ایک چھوٹا پل جس پر پیدل اور سوار لوگ چلا کرتے تھے اور صغیر کی قید لگانے سے بڑے پل سے احتراز کرنا مقصود تھا اور وہ بغداد کے قریب واقع ہے اور ان دونوں کا درمیانی فاصلہ دس (۱۰) کی منزل ہے)

فقالوا ...... تو یہ امارات وعلامات دیکھ کر بعض ذی فہم ساتھی دوسروں سے کہنے لگے کہ یہی وہی جگہ ہے۔ جہاں پر امیر المؤمنین نے تمہیں پڑاؤ کا حکم دیا ہے۔ لأجل حفظ بلاد العرب من العجم (مواہب ص ۲۷۸) (عرب کے شہروں کو عجمیوں سے بچانے کے لئے) فنزلوا.. پس انہوں نے یہاں پڑاؤ ڈال دیا۔

فذکروا کی ضمیر کا مرجع :

فذکروا الحدیث بطوله ...... بعض روایات میں فذکرا آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ضمیرِ تثنیہ کا مرجع خالد اور شویس ہیں اور یہ جو جمع کا صیغہ مذکور ہے، یہ بھی باعتبار مافوق الواحد کے، بعض میں واحد کا صیغہ نقل ہوا ہے، تو پھر مرجع محمد بن بشار یا ابونعامہ قرار پاتے ہیں، وهو الاقرب (جمع ج۲ ص ۲۴۴) (اور یہی زیادہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے)

تعمیر بصرہ کی تکوینی منصوبہ بندی :

یعنی اس کے بعد روایت میں رواۃ نے تمام واقعہ مفصل بیان کیا کہ جب کاروان نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عتبہؓ نے اہل خراسان کو پیغام بھیجا تو ادھر سے ایک بڑا لشکر مقابلہ کے لئے آیا۔ حضرت عتبہ کا انہوں نے استخفاف کیا، غرور وگھمنڈ میں مقابلے پر اتر آئے۔ باہمی قتال ہوا۔ حضرت عتبہ کی اللہ نے مدد فرمائی۔ غالب اور فاتح قرار پائے۔ پھر چونکہ یہاں

Marfat.com

اقامت کی ضرورت تھی۔ اور اقامت کے لئے مکانات اور ضروریات کی تکمیل ناگزیر تھی۔ تاکہ اقامت میں سہولت ہو اور سرحدات کی حفاظت کی جاسکے، مگر یہاں پر یہ حدیث نامکمل چھوڑ دی گئی، کیونکہ اس باب میں موضع استشہاد صرف اسی قدر ہے، جس کو راوی نے آئندہ جملے میں نقل کر دیا ہے۔ جو حضرت عتبہ کا کلام ہے۔ مما يدل على ضيق عيش رسول الله صلى الله عليه وسلم و اصحابه . (مناوی ج۲ص۲۴۶) (جو حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی معاشی اور تنگ دستی پر دلالت کر رہا ہے)

ایک چادر کے بھی دو ٹکڑے کر لئے :

قال عتبة ...... حضرت عتبہ بن غزوان کہتے ہیں کہ میں ان سات افراد میں ایک ہوں، جنہیں حضور اقدس ﷺ کی رفاقت و خدمت سفر کے مواقع میسر آئے۔ ای لسابع سبعة في الاسلام لانه اسلم بعد ستة (جمع ج۲ص۲۴۵) (میں اسلامی دور کا ساتواں مسلمان ہوں کیونکہ اس نے چھ افراد کے بعد اسلام لایا تھا) یہ فقر و مسکنت اور غربت و افلاس کا دور تھا۔ ہمارے کھانے کو کچھ بھی میسر نہ ہوتا تھا۔ ہم درختوں کے پتوں پر گذر اوقات کر لیا کرتے تھے۔ تقرحت أشداقنا... تو ہمارے باچھیں چھل گئیں، منہ پر چھالیں نکل آئے۔ یہی حال کپڑوں کا ہوتا تھا، نئے کپڑے کہاں میسر تھا (یا تھے) عمدہ لباس تو کجا، لباس تک بمشکل مہیا ہوتا تھا۔ فالتقطت بردة مجھے کہیں سے گری پڑی پرانی چادر ملی، وہی میرے لئے عظیم غنیمت اور گویا بیش بہا تحفہ تھا۔ صرف میرا نہیں میرے رفقاء کا بھی یہی حال تھا۔ لہٰذا میں نے اس چادر کے دو ٹکڑے کئے آدھا حصہ اپنے استعمال میں رکھا اور آدھی چادر سعدؓ کی خدمت میں پیش کی کہ انہیں اس کی ضرورت تھی۔

ایک بے مثال دورِ حکومت :

فما منا...... حضرت عتبہؓ نے حضور اقدس ﷺ کے دور اور دورِ فاروقی کا موازنہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم پر عسرت و فقر اور تنگی کا ایسا دور گذارا ہے۔ اب اسلام غالب ہو گیا، وسائل مل گئے، دولت کی فراوانی ہے، وہ سات فقراء اب امراء بن گئے، ان میں ہر ایک کسی

Marfat.com

نہ کسی علاقے کا گورنر ہے۔ چونکہ ہم نے فقیری اور غربت کے ایام دیکھے ہیں۔ اس لئے عوام اور فقراء کا خیال بھی ہے اور ان کی ضروریات کا احساس بھی، مگر ہمارے بعد ایسے حکمران اور امراء آئیں گے، جن کی آنکھیں ناز و نعمت میں کھلی ہوں گی، فقر و فاقہ سے ان کا واسطہ نہیں آیا ہوگا، تو انہیں موجودہ یُسر، کشادگی، اور فراوانی کی قدر اور اس پر شکر نہ ہوگا۔ جب وہ تمہارے ساتھ بے پروائی بے رخی اور بے مروتی کا سلوک کریں گے، تو ہمیں یاد کرو گے۔ اپنے سامعین کو ادھر بھی توجہ دلانی غرض ہے کہ دین کے بارے میں جو مشقت اٹھائی جاتی ہے اس کا ثمرہ اکثر دنیا میں مل جاتا ہے۔ اس لئے آج دین کے لئے جو مشقت اٹھاؤ گے، دنیا میں اس کا ثمرہ پاؤ گے۔ دوسری بات یہ بھی کہ اس وقت کے امراء سے اگر کوئی ناگواری کی بات تم کو پیش آئے، اس کو برداشت کرلو یہ غنیمت ہے، ان حالات کے اعتبار سے جو عنقریب آنے والے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ ان کے اس ارشاد میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے بعد عدالت، امانت، اور اعراض دنیا میں ان کے مثل حکام پیدا نہ ہوں گے اور یہ بات تجربہ اور تاریخ نے ثابت کردی۔ کہ ایسا ہی ہوا، و کان الامر کذالک فهو من الکرامات الظاهرة (مواہب ص٢٧٩) (اور بات وہی ہوئی (اور ہوتی رہے گی) جو حضرت عتبہؓ نے فرمائی۔ تو گویا یہ اس کی کرامات ظاہرہ میں ایک کرامت ہوئی)

(٣٦٠/٧) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ اَسْلَمَ اَبُوْحَاتِمِ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللهِ وَ مَا يُخَافُ اَحَدٌ وَ لَقَدْ اُوْذِيْتُ فِی اللهِ وَمَا يُوْذَى اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلَاثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَ يَوْمٍ وَ مَالِی وَلِبِلَالٌ طَعَامٌ يَاكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّاشَیْءٌ يُوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ .

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے روح بن اسلم ابوحاتم بصری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں ہمیں اسے حماد بن سلمۃ نے بیان کیا اور انہوں نے یہ روایت حضرت ثابت سے اور اُنہوں نے صحابی رسول

Marfat.com

حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کے راستہ میں اُس وقت خوف دلایا گیا ہوں، جس وقت کوئی بھی نہیں ڈرایا گیا اور اس قدر ستایا گیا ہوں کہ کوئی شخص بھی نہیں ستایا گیا۔ مجھے تیس (۳۰) شب وروز ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال کے کھانے کے لئے کوئی چیز ایسی نہ تھی، جس کو کوئی جاندار کھا سکے، بجز اُس تھوڑی سی مقدار کے جو بلال کی بغل میں چھپی ہوئی تھی۔

راوی حدیث (٦٣١) روح بن مسلمؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

آغازِ اسلام میں کفار کی مزاحمت بہت شدید تھی :

لقد اخفت ...... مضمونِ حدیث تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔ اس روایت میں ابتداء کار، آغازِ اسلام اور مکی زندگی میں عسرت وافلاس اور کفار کی شدید مزاحمت وایذاء رسانی کا تذکرہ ہے۔ جب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاءِ کار پر جینا دوبھر کر دیا تھا۔ کفار ومشرکین حرم کا احترام کرتے تھے۔ اس میں قاتل تک کا احترام کیا جاتا تھا۔ رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم کفار کے لئے قابل احترام مہینے تھے۔ اس میں وہ اپنے باپ کے قاتلوں سے بھی نہیں چھیڑتے تھے، مگر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو نہ تو حرم میں امن حاصل تھا اور نہ ان ایام احترام میں حفاظت حاصل تھی۔ کفار خود اپنے عقائد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو ایذاء پہنچاتے تھے۔

خوراک کی معمولی مقدار پر دو ہفتے گزارہ کرتے رہے :

شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں :

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا وَ لَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَ يَوْم مجھ پر تیس دن رات ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلالؓ کے کھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی، سوائے تھوڑی سی مقدار کے جو حضرت بلالؓ نے اپنی بغل میں چھپا رکھی تھی۔ تیس دن رات کا مطلب یہ ہے کہ کل پندرہ شب وروز تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ہم سفر

Marfat.com

حضرت بلالؓ کے پاس کھانے کی معمولی سی مقدار تھی، جو اُن کو کسی طرح بھی کفایت نہیں کر سکتی تھی، مگر انہوں نے دو ہفتے کا یہ عرصہ نہایت بھوک و پیاس کے ساتھ بسر کیا۔

محدثینؒ اس مقام کے متعلق بحث کرتے ہیں، جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت بلالؓ کو بھوک پیاس کی یہ تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ ظاہر ہے یہ کسی سفر کے دوران کا واقعہ ہے، جس سفر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ حضرت بلالؓ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ آپ شہر مکہ کے علاوہ تبلیغ دین کے لئے دوسرے شہروں اور میلے منڈیوں میں بھی چلے جاتے تھے، جہاں آپ ﷺ کے ہمراہ ایک آدھ ساتھی بھی ہوتا تھا۔ آپ نے اسی سلسلہ میں طائف کا سفر بھی اختیار کیا، جہاں آپ ﷺ کو بہت ایذا پہنچائی گئی، حتی کہ آپ ﷺ کا جسم لہولہان ہوگیا، مگر اُس سفر میں آپ کے ساتھ بلالؓ نہیں، بلکہ زیدؓ تھے۔ یہ واقعہ ہجرت کے سفر کا بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ اُس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور عامر بن فہیرہؓ تھے۔

لٰہذا یہ کسی دوسرے سفر کا واقعہ ہے، جس میں آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے، جنہوں نے خوراک کے لئے تھوڑا سا راشن لے لیا۔ کھجوریں وغیرہ ہوں گی، جو صرف اتنی مقدار میں تھیں کہ کسی تھیلے وغیرہ میں ڈال کر بغل میں رکھ لیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خوراک کی اس معمولی مقدار پر ہمیں پندرہ دن کا عرصہ گزارنا پڑا، جو کہ نہایت ہی تکلیف دہ عرصہ تھا۔ اس روایت سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گزران کا حال معلوم ہوتا ہے۔

(۳۶۱/۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنْبَأَنَا عَفَانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْتَمِعْ عِنْدَهُ غَدَآءٌ وَلَا عِشَاءٌ مِّنْ خُبْزٍ وَّ لَحْمٍ اِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ كَثْرَةُ الْاَيْدِىْ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے

Marfat.com

ہیں کہ ہمیں عفان بن مسلم نے اس کی خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابان بن یزید عطار نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں قتادۃ نے حضرت انس بن مالکؓ کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی حضور اقدس ﷺ کے دستر خوان پر صبح کے کھانے میں یا شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت دونوں چیزیں جمع نہیں ہوتی تھیں، مگر حالتِ ضفف میں۔

ضفف کا معنیٰ :

اسی مضمون کی روایت باب نو (۹) کی حدیث نمبر دو پر بھی گذر چکی ہے۔ ضفف کا معنیٰ ہاتھوں کی کثرت، ای أیدی الاضیاف (مواہب ص ۲۸۰) ضفف کے دوسرے معانی بھی نقل کئے گئے ہیں۔ مثلاً کثرۃ عیال، ضیق الحال، شدۃ الفقر، یا لوگوں کا اکٹھا کھانا چاہے میزبان کے طور پر ہو یا مہمان کے طور پر، مگر یہاں کثرتِ ایدی کا معنیٰ راجح ہے۔ ھذا ھو المراد ھنا (مواہب ص ۲۸۰)

صبح اور شام کا کھانے میں معمول :

اولاً تو صبح اور شام کے کھانے میں گوشت اور روٹی یکجا جمع نہیں ہوتے تھے اور اگر کبھی دستر خوان پر دونوں جمع ہو جاتے، تو پھر کھانے والے بہت ہوتے تھے۔ جن لوگوں نے کثرۃ عیال کا معنیٰ کیا ہے، تو وہ یہی توجیہ کرتے ہیں یا معنیٰ یہ ہے کہ جب مہمان ہوتے تھے، آپ ﷺ اکرام ضیف میں دونوں کو ایک دستر خوان پر جمع کرنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ بات واضح ہے، جب تنہا ہوتے، جو میسر آتا وہی تناول فرماتے، خواہ روٹی ہو یا تنہا گوشت ہو، البتہ مہمان ہوتے تو دونوں کے اجتماع کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

(۳۶۲/۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدُبٍ عَنْ نَوْفَلِ بْنِ إِيَاسٍ الْهُذَلِيِّ قَالَ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ لَنَا جَلِيسًا وَكَانَ نِعْمَ الْجَلِيسُ إِنَّهُ انْقَلَبَ بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ حَتّٰى

Marfat.com

اِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ وَ دَخَلَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَ اُوْتِيْنَا بِصَحْفَةٍ فِيْهَا خُبْزٌ وَّ لَحْمٌ فَلَمَّا وُضِعَتْ بَكٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لَهٗ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ مَايُبْكِيْكَ قَالَ هَلَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ وَ اَهْلُ بَيْتِهٖ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَلَا اُرَانَا اُخِّرْنَا لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَّنَا.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمٰن بن حمید نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے محمد بن اسمٰعیل بن ابی فدیک نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے مسلم بن جندب کے حوالے سے یہ روایت بیان کی اور انہوں نے اسے نوفل بن ایاس ہذلیؒ سے نقل کیا۔ نوفل بن ایاس کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو عشرۂ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں۔ ہمارے ہمنشین تھے اور حقیقت میں بہترین ہمنشین تھے۔ ایک مرتبہ ہم ان کے ساتھ کسی جگہ سے لوٹے، واپسی میں ان کے ساتھ ہی ان کے مکان پر چلے گئے۔ انہوں نے گھر جا کر اوّل غسل کیا، جب وہ غسل سے فارغ ہو چکے، تو ایک بڑے برتن میں روٹی اور گوشت لایا گیا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو دیکھ کر رونے لگے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہوئی کیوں روئے؟ کہنے لگے کہ حضور اقدس ﷺ کو وصال تک کبھی بھی اس کی نوبت نہیں آئی کہ آپ ﷺ نے یا آپ ﷺ کے گھر والوں نے جَو کی روٹی ہی سے شکم سیری فرمائی ہو۔ اب حضور اکرم ﷺ کے بعد جہاں تک میرا خیال ہے، ہم لوگوں کی یہ ثروت کی حالت کسی بہتری کے لئے نہیں ہے۔

راوی حدیث (۶۳۲) مسلم بن جندبؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

عبدالرحمٰن بن عوفؓ ! آپ کی کنیت ابومحمد ہے۔ زہری قرشی ہیں، عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ تیرہویں نمبر پر اسلام قبول کیا۔ حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ مدینہ منورہ میں گھی اور پنیر کی تجارت کرتے تھے۔ اللہ نے برکت دی۔ صاحبِ جود وسخا تھے۔

آپ ﷺ نے دومۃ الجندل کی طرف روانہ کردہ دستے کا ان کو امیر بنایا تھا اور

Marfat.com

اپنے مبارک ہاتھوں سے انہیں پگڑی بندھوائی تھی۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر آپ ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز فجر بھی پڑھی تھی۔ احد کی جنگ میں پامردی اور استقلال کا ثبوت دیا۔ اس جنگ میں آپ کی ٹانگ بھی شہید ہوئی تھی اور بیس زخم بھی آئے تھے۔ عام الفیل سے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ اور ۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ نماز جنازہ حضرت عثمانؓ نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ کی عمر ۷۲ برس تھی۔

مدنی زندگی کے آخری لمحات کا منظر :

فلا ارانا ...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور جمیع صحابہؓ کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ خدانخواستہ کہیں اس وعید میں داخل نہ ہو جائیں کہ تم کو تمہاری خوبیوں کا بدلہ تو دنیا میں دیا جا چکا ہے۔ اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِىۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا ۔ (الاحقاف:۲۰) (تم نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی میں ہی برباد کر دیں) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اس لئے رو رہے تھے کہ خدا نہ کرے کہ کہیں ہماری موجودہ آسودہ حالی آخرت میں ہمارے اجر و ثواب میں کمی کا باعث بن جائے۔

مستشرقین کہتے ہیں کہ جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی تو آپ ﷺ العیاذ باللہ بادشاہوں والی زندگی گذارنے لگے۔ حدیث باب سے ثابت ہوا کہ یہ خالص جھوٹ و الزام ہے۔ مدنی زندگی کے آخری لمحات کا یہ منظر ہے۔ اللہ کریم ہمیں اپنے پیارے پیغمبر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

==============================

Marfat.com

بَابُ مَاجَآءَ فِی سِنِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے بیان میں

لفظِ سِن کا معنیٰ اور تشریح :

سِن بالکسر کی جمع اَسنان آتی ہے۔ دانت، درانتی، کنگھی کے دندانے، قلم کے تراشنے کی جگہ، ریڑھ کی ہڈی کے کنارہ، عمر، فرصت اور مہلت کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے، و هو حديث السن یعنی وہ نوعمر ہے۔ هو كبير السن بڑی عمر کا ہے، هو سنُّ فلانٍ، فلاں کا ہم عمر ہے۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی دامت برکاتہم فرماتے ہیں، اگر لفظِ سِن عمر کے معنیٰ میں استعمال ہو تو مذکر آتا ہے، اگر مدت یا فرصت مراد ہو تو پھر یہ مؤنث آتا ہے۔

اردو زبان میں بھی یہ لفظ مدّت یا فرصت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جس کی مثال میر تقی میرؔ کے کلام سے ملتی ہے۔ یہ شاعر شاہ رفیع الدینؒ کے زمانہ میں بڑے پائے کا شاعر ہوا ہے۔ اگرچہ مسلکاً شیعہ تھا، مگر اردو زبان کے اعتبار سے اس کا شعر بہترین کلام مانا جاتا ہے ....

وجودِ نقش و نگار سا ہے کچھ
صورت اِک اعتبار سا ہے کچھ
یہ فرصت جسے کہیں ہیں عمر
دیکھو تو انتظار سا ہے کچھ

شاعر نے انسانی وجود کی بے ثباتی کا عجیب نقشہ کھینچا ہے اور اسے نقش و نگار سے

Marfat.com

زیادہ حیثیت نہیں دی۔ اسی طرح انسان کی شکل وصورت بھی ایک بے حقیقت اور بالکل عارضی چیز ہے۔ انسان کی عمر کی کیا حیثیت ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ ایک تھوڑی مدّت کے لئے انتظار ہے، جو ختم ہو جاتا ہے اور انسان اپنی طبعی عمر گزار کر اگلے جہاں کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ (شرح شمائل ترمذی ص ۵۹۹)

عمر مبارک میں قول راجح کی تعیین:

علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، حضور اقدس ﷺ کی عمر مبارک کے بارے میں تین قسم کی روایات نقل ہوئی ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ (۶۰) برس تھی۔ (اس کے متعلق محدثینؒ فرماتے ہیں کہ گننے میں کسر کو چھوڑ دیا گیا ہے، اس لئے ساٹھ کہہ دیا) دوسری روایت یہ ہے کہ عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال ہے (اس کے متعلق محدثینؒ کا خیال یہ ہے کہ اس میں سنِ ولادت اور سنِ پیدائش دونوں کو مستقل شمار کیا گیا ہے) تیسری روایت یہ ہے کہ عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) برس تھی۔ یہ روایت سب سے زیادہ صحیح اور جمہور محدثین ومؤرخین کے نزدیک راجح ہے۔ وھی اصحھا و اشھرھا رواھا البخاری مِن روایة ابن عباس و معاویة ایضاً و مسلم مِن روایة عائشة و ابن عباس و معاویة و اتفق العلماء علی ان اصحھا ثلاث و ستون (جمع ج۲ ص ۲۴۹)

اور یہی صحیح ومشہور تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر شریف ہے۔ حضرت امام بخاری نے ابن عباس اور معاویہ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے اور امام مسلم نے بھی عائشہ صدیقہؓ، ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت نقل کی ہے۔ اور علماءِ کرام نے بھی آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) برس ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

اس باب میں مصنفؒ نے چھ احادیث نقل کی ہیں۔

(۲۶۳/۱) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا وَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّ سِتِّيْنَ سَنَةً

Marfat.com

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن منیع نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے روح بن عبادۃ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں زکریا بن اسحٰق نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے اسے عمرو بن دینار نے بیان کیا اور انہوں نے اسے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رونق افروز رہے۔ ان تیرہ برس میں حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی رہی۔ اُس کے بعد مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام رہا اور تریسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا۔

راویان حدیث (۶۳۳) روح بن عبادۃؒ (۶۳۴) زکریا بن اسحٰقؒ اور (۶۳۵) عمرو بن دینارؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اصح الروایات :

قال مکث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... یعنی حضور اقدسؐ نبوت مبارکہ کے دعویٰ کے بعد تیرہ برس تک مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز رہے، جب وحی نازل ہوئی اور بعثت سے سرفراز ہوئے تو عمر مبارک چالیس سال تھی۔ تیرہ (۱۳) برس مکہ مکرمہ میں دعوت وتبلیغ کے بعد مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور وہاں دس سال تک دعوت وتبلیغ اور جہاد واعلاء کلمۃ الحق میں مصروف رہے اور جب انتقال ہوا تو عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔ روایۃ المصنف ھنا اصح الروایات (اتحافات ص ۳۹۸) (یہاں مصنفؒ کی یہ روایت سب سے اصح ترین روایت ہے)

(۳۶۴/۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ جَرِیْرٍ عَنْ مُعَاوِیَةَ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ یَخْطُبُ قَالَ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّ سِتِّیْنَ وَ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ وَاَنَا ابْنُ ثَلٰثٍ وَّ سِتِّیْنَ سَنَةً.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے محمد بن جعفر نے شعبۃ کے حوالہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ابو اسحٰق سے،

Marfat.com

انہوں نے عامر بن سعد سے اور انہوں نے جریر سے نقل کی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ خطبہ میں یہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ہوا ۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا وصال بھی تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ میری بھی اس وقت تریسٹھ سال کی عمر ہے۔

راویان حدیث (۶۳۶) عامر بن سعدؒ اور (۶۳۷) جریرؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی''میں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی روایت کی تائید :

عن معاوية انه سمعه ...... امام ترمذیؒ کی غرض اس روایت کے ذکر کرنے سے پہلی روایت کی تائید وتصویب اور تقویت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ہوا اور اس بارے میں طبعی اتباع حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو بھی نصیب ہوا۔ باقی رہی حضرت معاویہؓ کی اس طبعی اتباع کی تمنا' تو ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں، انا متوقع ان اموت فی هذه السن فی موافقة لهم قال میرک لکن لم ینل مطلوبه بل مات وهو قریب من ثمانین ۔ (جمع ج۲ ص۲۵۰) یعنی میں اُمید کرتا ہوں کہ مجھے بھی تریسٹھ برس کی عمر میں موت آئے تا کہ اِن حضرات کی عمر کی موافقت ہو جائے ۔ میرک نے فرمایا' امیر معاویہؓ کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی اور اسّی (۸۰) برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

(۳/۳۶۵) حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيِّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّ سِتِّيْنَ سَنَةً .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حسین بن مہدی بصری نے یہ حدیث بیان کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبد الرزاق نے ابن جریج کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں نے اسے زہری سے اور انہوں نے عروۃ سے نقل کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

Marfat.com

راوی حدیث (۶۳۸) حسین بن مھدی ؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

وھو ابن ثلث و ستین سنة ' اس روایت سے بھی پہلی دونوں روایات کی تقویت وتائید ہوتی ہے اور مصنف ؒ کی غرض بھی یہی ہے۔ لہٰذا وہ تمام روایات جن میں تریسٹھ کے بجائے ساٹھ یا پینسٹھ کا ذکر ہے، صحیح نہیں ہیں یا اپنے ظاہری معنیٰ پر حمل نہیں ہیں، بلکہ ان میں تاویل کی گئی ہے۔

(۳۶۶/۴) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ وَ یَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِیمَ الدَّوْرَقِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیلُ بْنُ عُلَیَّةَ عَنْ خَالِدِ نِ الْحَذَّآءِ حَدَّثَنِیْ عَمَّارٌ مَوْلٰی بَنِیْ هَاشِمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّ سِتِّیْنَ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن منیع اور یعقوب بن ابراہیم دورقی نے بیان کیا ۔وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں اسمٰعیل ابن علیۃ نے خالد حذاء کے حوالے سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے عمار بنی ہاشم کے آزاد کرہ غلام نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال پینسٹھ (۶۵) سال کی عمر میں ہوا۔

راویان حدیث (۶۳۹) یعقوب بن ابراھیم ؒ اور (۶۴۰) اسماعیل بن علیۃ ؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

دفعِ تعارض :

اس روایت میں تاویل کی گئی ہے۔ اس میں سن ولادت اور سنِ وفات کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ ای بحسبان سنتی الولادة والوفاة (مواھب ص ۲۸۳) لہٰذا پینسٹھ (۶۵) سال کی عمر کا اطلاق مجازی ہے۔ لہٰذا اس کا پہلی والی روایات سے تعارض نہیں ہے۔

Marfat.com

(۳۶۷/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ دَغْفَلِ بْنِ حَنْظَلَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَھُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّ سِتِّیْنَ سَنَۃً قَالَ اَبُوْعِیْسٰی وَ دَغْفَلُ لَانَعْرِفُ لَہٗ سِمَاعًا مِّنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ کَانَ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد بن بشار اور محمد بن ابان نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے معاذ بن ہشام نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے اسے قتادہ نے حسن کے حوالہ سے بیان کیا اور انہوں نے اسے دغفل بن حنظلہ (السدوسی) سے نقل کیا۔ دغفل بن حنظلہ سدوسی سے بھی یہی روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

راویان حدیث (۶۴۱) الحسنؒ اور (۶۴۲) دغفل بن حنظلہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

تاویل روایت :

قال ابوعیسٰی ...... خود مصنفؒ فرماتے ہیں کہ دغفل حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں موجود تھے۔ بڑی عمر کے تھے، مگر آپ ﷺ سے ان کی ملاقات ثابت نہیں ۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی یہ روایت کسی دوسرے سے سنی ہوئی ہے۔ شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں، رجلا ای محتلما شابا لکنہ لم یثبت انہ اجتمع بہ (مناوی ص ۲۵۱) (دغفل بالغ اور نوجوان تھے لیکن یہ ثابت نہیں کہ ان کی آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی ہے)

(۳۶۸/۶) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَی الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّہٗ سَمِعَہٗ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالْاَبْیَضِ الْاَمْھَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَاْسِ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً فَاَقَامَ بِمَکَّۃَ عَشْرَ سِنِیْنَ وَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ وَ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَاْسِ سِتِّیْنَ سَنَۃً وَ

Marfat.com

لَيْسَ فِي رَأْسِهٖ وَ لِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَآءَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نَحْوَهٗ ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں اسحٰق بن موسیٰ انصاری نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے معن نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں مالک بن انس نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی اور انہوں نے اسے صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نہ زیادہ لمبے قد تھے، نہ پستہ قد، نہ بالکل سفید تھے، نہ بالکل گندمی رنگ۔ آپ ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچیدہ تھے، نہ بالکل سیدھے (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن لئے ہوئے) چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ کو نبوت ملی۔ اس کے بعد دس سال حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور دس سال مدینہ منورہ میں۔ ساٹھ سال کی عمر میں حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ اُس وقت آپ ﷺ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں تقریباً بیس بال بھی سفید نہیں ہوں گے۔

حضرت انسؓ کی روایت میں تاویل :

یہ حدیث اور اس کی مکمل شرح اور حل لغات **باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** میں کر دی گئی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت انسؓ کی اس روایت کے متعلق یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ گنتی میں بسا اوقات صرف دہائیاں ذکر کر دی جاتی ہیں۔ اوپر کی اکائیوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے بھانجے عروۃ بن الزبیرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کی پینسٹھ برس والی روایت کو غلط بتلایا ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے اس کو وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے اور اوائل میں ان کا ارشاد بھی نقل کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بیان میں

آپ ﷺ کے شمائل وخصائل سے متعلق ابواب سیرت اور احادیث گذشتہ باب ماجاء فی سنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکمل ہو چکے ہیں۔یہاں سے مصنفؒ آخری تینوں ابواب میں سیرتِ سرورِ کائنات ﷺ کے متعلقات کا بیان فرماتے ہیں۔پہلا باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔دوسرا باب آپؐ کی وراثت اور تیسرا باب آپ ﷺ کی خواب میں رویئت اور زیارت وملاقات سے متعلق ہے۔اس باب میں مصنفؒ نے چودہ (۱۴) احادیث کا اندراج فرمایا ہے۔

لفظِ وفاۃ کا معنیٰ :

لفظِ وفات' موت کے معنیٰ میں آتا ہے۔ وفی (بالتخفیف) بمعنیٰ تم ای تم اجلہ (جمع ج۲ص۲۵۲) یعنی وقت پورا ہوگیا۔عرب کہتے ہیں، وفی فلاناً یعنی فلاں کو اس کا حق دے دیا گیا۔مراد یہ ہے کہ اللہ پاک نے حضور اقدس ﷺ کو زندگی کا حق دے دیا ہے ۔جیسے علامہ مناویؒ بھی یہی لکھتے ہیں او مِن وفّٰی فلانًا ای اعطاہ حقہ لان اللہ تعالیٰ اعطاہ حقہ مِن الحیاۃ ۔(مناوی ج۲ص۲۵۲)

(۳۶۹/۱) حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارِ الْحُسَیْنُ بْنُ حُرَیْثٍ وَ قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَ غَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ اٰخِرُ نَظْرَۃٍ نَظَرْتُھَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَشْفَ السِّتَارَۃَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ فَنَظَرْتُ

Marfat.com

اِلٰی وَجْهِهٖ کَاَنَّهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ وَالنَّاسُ یُصَلُّوْنَ خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ . فَاَشَارَ اِلَی النَّاسِ اَنْ اَثْبُتُوْا وَ اَبُوْبَکْرٍ یَؤُمُّهُمْ وَ اَلْقَی السِّجْفَ وَ تُوُفِّیَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِکَ الْیَوْمِ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوعمار حسین بن حریث اور قتیبۃ بن سعید اور بہت سے دوسرے لوگوں نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے سفیان بن عیینۃ نے زہری کے حوالہ سے بیان کیا اور انہوں نے اسے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آخری دفعہ حضور اقدس ﷺ کے چہرۂ انور کو مجھے دیکھنا نصیب ہوا، تو وہ اُس وقت تھا، جبکہ پیر کے دن آپ ﷺ نے پردہ ہٹا کر نمازیوں کو دیکھا۔ پس جب میں نے حضور اقدس ﷺ کے روئے مبارک پر نظر ڈالی تو گویا وہ قرآنِ مجید کا ایک ورق نظر آیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔ صحابہؓ مضطرب ہونے لگے، تو حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر رہو اور ابوبکر تمہارا امام ہو اور پردہ گرا دیا اور اسی دن پچھلے پہر وصال پا گئے۔

ورقِ مصحف کے ساتھ رُخِ انور کی تشبیہ :

قال آخر نظرۃ ...... نظرۃ کا معنیٰ ایک نگاہ' اور الستارۃ پردہ کو کہتے ہیں۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آخری دفعہ حضور اقدس ﷺ کے چہرۂ انور کو مجھے دیکھنا اس وقت نصیب ہوا تھا، جب پیر کے روز آپ ﷺ نے پردہ ہٹا کر نمازیوں کو دیکھا یعنی پیر کا روز تھا کہ آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز کے وقت سیدہ امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کے حجرۂ مبارک کے دروازہ سے پردہ ہٹا کر مسجدِ نبوی میں نمازیوں پر نظرِ شفقت فرمائی اور دیکھا اس روز حضرت ابوبکر صدیقؓ امامت فرما رہے تھے ۔ وکان الرسول قد أمر ان یؤمّ أبوبکر المسلمین فی الصلاۃ (اتحافات ص ۳۹۱) (اور حضور ﷺ اس سے پہلے حکم دے چکے تھے کہ ابوبکرؓ مسلمانوں کی نماز میں امامت کیا کریں)

میں نے آپؐ کے چہرۂ انور کو دیکھا، کانہ ورقۃ مصحف گویا کہ وہ قرآن پاک کا ایک مقدس ورق ہے' یعنی آپ ﷺ سراپا حسن و جمال کا رُخِ انور' صفائی سفیدی' روشنی حسن' جمال' نورانیت اور ہدایت میں قرآنِ پاک کی طرح تھے۔ حاصلِ تشبیہ یہ ہے کہ حضور

Marfat.com

اقدس ﷺ کے جلوۂ جہاں آراء سے بھی اسی طرح ہدایت ملتی ہے جو کہ جامع محاسن ہے، جس طرح قرآنِ پاک سے ہدایت ملتی ہے۔ شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں، ووجه التشبيه حسن الوجه و صفاء البشرة و سطوع الجمال لما افيض عليه مِن مشاهدة جمال الذات (مناوی ج۲ص۲۵۵) یعنی تشبیہ سے غرض یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو جو فیضان رویت باری تعالیٰ سے حاصل ہوا، وہ آپ ﷺ کے رُخِ انور، چہرۂ اقدس کی پاکیزگی اور انتہائے جمال کی صورت میں جلوہ افگن تھا۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں، و هو تشبيه فيه بلاغة و جمال ففى المصحف إشراق حسى و إشراق معنوى (اتحافات ص۳۹۱) (وہ (یعنی رخ انور کو مصحف سے تشبیہ دینا) ایک ایسی تشبیہ جس میں بلاغت اور جمال ہے پس مصحف میں حسی اور ظاہری روشنی بھی اور معنوی روشنی بھی موجود ہے)

غرضِ نظارہ :

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں : یہ وہی دوشنبہ کے روز کا آخری نظارہ ہے، جس پر حضور اقدس ﷺ نے یہ اندازہ فرمایا کہ نظامِ شرعی قائم ہو گیا اور قدیمی رفیق ابو بکرؓ نیابت کا حق ادا کر دے گا اور اُمت کا بوجھ سنبھال لے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، جس کو دنیا کی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ حضور اکرم ﷺ کے انتقال کا حادثہ جس کے سامنے دنیا کے سارے ہی حوادث کالعدم اور لاشئی ہیں اور اس کے ساتھ ہی ارتداد کا فتنہ اور ساری دنیا کا مقابلہ، لیکن اُس کوہِ استقلال نے سب ہی کو برداشت کیا اور پتھر کی چٹان سے زیادہ سخت بن کر ہر ٹکراؤ کو پاش پاش کر دیا۔ حق یہ ہے کہ نیابت کا حق ادا کر دیا۔ حضرت عمرؓ جیسا اسلامی ستون کہ دوست دشمن سب ہی اُن کی بہادری، شجاعت، قوت کی دھاک مانتے ہیں۔ وہ بھی نرمی کی درخواست کریں اور حضرت ابو بکرؓ ان کو بزدلی کا طعنہ دیں۔

تاریخ وصال میں اختلاف :

و توفى مِن آخر ذلك اليوم 'مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس

Marfat.com

کا وصال دوشنبہ کو ہوا، لیکن اس روز کی تاریخ میں اختلاف ہے۔(۱) اکثر مؤرخین یہی کہتے ہیں کہ یہ ربیع الاوّل کی بارہویں (۱۲) تاریخ تھی۔ (۲) دوسرا قول بعض محدثین کا ہے، جو حساب کے لحاظ سے دو(۲) ربیع الاول کو ترجیح دیتے ہیں۔

مسجد تشریف آوری تین مرتبہ ہوئی :

حضرت انسؓ نے آپ ﷺ کے مرضِ وفات کے آخری دن کا واقعہ ذکر کیا ہے، ورنہ آپؐ کا مسجد کو تشریف لانا تین مرتبہ ہوا ہے۔

(۱) حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ مصلے سے ہٹ گئے اور آپؐ نے خود امامت فرمائی۔

(۲): آپ ﷺ تشریف لائے اور صف کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

(۳) آپ ﷺ مسجد میں تشریف نہ لائے، بلکہ لوگوں کے اختلال کو دیکھ کر اثبتوا ارشاد فرمایا یہ ہیبت و عظمت اور سرور وحال کا عالم طاری ہونے کی وجہ سے تھا۔ قریب تھا کہ صفوں میں گڑبڑ پیدا ہو جائے۔ اس پر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حافظ کا شعر نقل کیا ہے، جو بہت ہی موزون ہے ......

در نماز م خم ابروئے تو چوں یاد آید
حالتِ رفت کہ محراب بہ فریاد آید

وقتِ وفات کی مختلف روایات کی تطبیق :

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات کا وقت دن کا آخری حصہ تھا۔ حالانکہ دیگر صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی وفات صبح چاشت کے وقت ہوئی، جو دن کا اوّل حصہ ہے۔ شیخ احمد عبدالجواد دونوں روایات میں تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وجمع العلماء بین المیعادین فان الوفاة کانت ضحوة ، ولکن حصل هرج و اضطراب عند الصحابة ، حتی قال عمر : من قال ان محمداً قد مات' قتلته بسیفی هذا ' ثم جاء الصدیق رضی الله عنه ' فهدأ الموقف و قال : من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات

Marfat.com

، ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لایموت و تلا : و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ، أفان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ' و من ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللہ شیئا ، و سیجزی اللہ الشاکرین ثم تبیّن للناس أنه توفی آخر النهار (اتحافات ص ۳۹۲) (حضور ﷺ کے وقتِ وفات میں جو روایات کا اختلاف وارد ہوا ہے اس کے متعلق علماء کرام نے دونوں وقتوں کے درمیان تطبیق بایں صورت کی ہے کہ آپ ﷺ کی وفات مبارک تو بوقتِ چاشت ہوئی تھی لیکن صحابہ کرامؓ انتہائی پریشان اور خوف وہراس کے عالم میں تھے اور لوگوں میں کئی قسم کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں ۔ تا آنکہ حضرت عمرؓ (جیسے بہادر) بھی کہہ رہے تھے کہ جس نے یہ کہا کہ محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں تو میں اسے اس تلوار سے قتل کر دوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے اور پُرسکون واطمینان سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ جو کوئی بھی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا۔ تو (وہ جان لے کہ) محمد ﷺ تو وفات پا چکے ہیں اور جو کوئی کہ اللہ کی عبادت کرتا تھا تو وہ زندہ ہیں اور اس پر موت نہیں ہوگی۔ پھر یہ آیت وما محمد الا رسول الآیة پڑھی۔ کہ محمد ﷺ تو ایک رسول ہے آپ ﷺ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں (اسی طرح آپ ﷺ بھی ایک روز گزر ہی جائیں گے) سو اگر آپ ﷺ کا انتقال ہو جائے یا آپ ﷺ شہید ہو جاویں تو کیا تم لوگ (جہاد یا اسلام سے) الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص (جہاد یا اسلام سے) الٹا پھر جاویگا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا (بلکہ اپنا ہی کچھ کھودے گا) اور خدا تعالیٰ جلد ہی (نیک) عوض دے گا حق شناس لوگوں کو (جو ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد رکھ کر اس کی اطاعت پر قائم و مستقل رہتے ہیں) پھر لوگوں کو آپ ﷺ کی وفات کا پتہ آخری دن میں ہوا)

(۳۷۰/۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا سُلَیْمُ بْنُ اَخْضَرَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کُنْتُ مُسْنِدَةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی صَدْرِیْ اَوْ قَالَتْ اِلٰی حِجْرِیْ فَدَعَا بِطَسْتٍ لِیَبُوْلَ فِیْهِ ثُمَّ بَالَ فَمَاتَ صَلَّی

Marfat.com

اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مسعدہ بصری نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے سلیم بن اخضر نے ابن عون کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت ابراہیم سے اسود کے حوالہ سے نقل کی اور انہوں نے اسے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت میں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے سینہ پر سہارا دے رکھا تھا کہ آپ ﷺ نے پیشاب کے لئے طشت مانگا اور پیشاب سے فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد پھر وصال ہو گیا۔

راویان حدیث (۶۴۳) حمید بن مسعدہؒ (۶۴۴) سُلَیم بن اخضرؒ (۶۴۵) عبداللہ بن اعونؒ اور (۶۴۶) ابراھیمؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مفاخرِ سیدہ عائشہؓ :

کنت مسندۃ ...... یہ تو حضرت عائشہؓ کا اعزاز اور مفاخر میں ہے کہ اُن کو آپؐ کا آخر تک وصال' اور خدمت کے مواقع ملتے رہے، جب آپ ﷺ کو اپنے ربّ کا وصال حاصل ہوا تو سر مبارک سیدہ عائشہؓ کی گود میں تھا۔ بخاری شریف کی ایک طویل روایت میں حضرت عائشہؓ اپنے مفاخر کا اس انداز میں تذکرہ فرماتی ہیں' ان من نعم اللہ علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توفی فی بیتی و فی یومی و بین سحری و نحری و ان اللہ جمع بین ریقی و ریقہ عند موتہ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۷) (بے شک مجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ بھی ہے کہ آپؐ میری باری کے دن میرے کمرے میں میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ کے لعاب مبارک اور میرے لعاب کو یکجا اور اکٹھا کر دیا)

الطست : الطُّسّ سے ہے ہاتھ دھونے کے لئے تانبے کا برتن، لگن، چلمچی کلمۃ اعجمیۃ' اناء کان مطلوباً للتبول کما ھو المذکور فی الحدیث (اتحافات ص ۲۹۳) (یہ عجمی کلمہ ہے یہ ایک برتن تھا جس میں پیشاب کرنا مقصود تھا جیسے کہ حدیث میں مذکور ہے)

Marfat.com

فمات و فی روایة البخاری عنها توفی فی بیتی بین سحری و نحری ای کان رأسه الشریف بین سحرها و هو الرئة و نحرها وهو موضع القلادة و فی روایة و بین حاقنتی وذاقنتی والحاقنة المعدة والذاقنة ماتحت الذقن (اتحافات ص ۳۹۲) (اور بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ میرے کمرے میں میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے یعنی آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پھیپھڑے اور گردن کے درمیان تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میرے معدے اور (ٹھوڑی کے نیچے کی جگہ) گردن کے درمیان فوت ہوئے)

دو روایتوں کا تعارض اور اس کا جواب :

حاکم رحمہ اللہ اور ابن سعد رحمہ اللہ کی روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا سر مبارک بوقت وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ جیسے کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ روی الحاکم و ابن سعد ان رأسهٗ فی حجر علّی '(حاکم اور ابن سعد نے روایت کی کہ آپ ﷺ کا سر مبارک وفات کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا) پھر ان کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ و لعلهما تناوباه حال النزع علی ان طرق الثانی لاتخلوعن شئی کما قال الحافظ ابن حجر (مناوی ج ۲ ص ۲۵۷) (اور شاید کہ دونوں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے نزع (جان کنی) کی حالت میں باری باری اپنی گود میں لیا ہو اس کے علاوہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دوسری روایت (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق) کے اسناد میں لاتخلو عن شئی (کہ ان میں کچھ ہے) کہہ کر ضعف کو اشارہ کر دیا)

استنباطِ مسائل :

اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی پر ٹیک لگا سکتا ہے اور بیوی کی موجودگی میں کسی برتن میں پیشاب بھی کر سکتا ہے۔ جیسے کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ و فیه حل الاستناد للزوجة و البول فی الطست بحضرتها۔ (مناوی ج ۲ ص ۵۷)

Marfat.com

(۳/۳۷۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُوْسَى بْنِ سَرْجِسٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ هُوَ بِالْمَوْتِ وَ عِنْدَهٗ قَدَحٌ فِيْهِ مَآءٌ وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهٗ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهٗ بِالْمَآءِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ قَالَ عَلٰى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے یہ حدیث بیان کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے لیث نے ابن ہاد کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت موسیٰ بن سرجس سے قاسم بن محمد کے حوالہ سے بیان کی اور انہوں نے اسے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے نقل کیا ۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت حضور اقدس ﷺ کے قریب ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا۔ اس میں حضور اکرم ﷺ بار بار ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرۂ مبارک پر پھیرتے تھے (کہ شدّتِ حرارت اور گھبراہٹ کے وقت سکون کا سبب ہوتا ہے) اُس وقت حضور اکرم ﷺ بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا فرما رہے تھے کہ یا اللہ ! موت کے شدائد پر میری امداد فرما۔

راویان حدیث (۶۴۷) ابن الهادؒ اور (۶۴۸) موسیٰ بن سرجسؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

نزع میں استقلال اور توجہ الی اللہ کا اہتمام :

قالت رأیت رسول الله صلى الله علیه و سلم ...... مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہو گیا ہے۔ یہ تمام تر واقعہ تعلیمِ اُمت کے لئے ہے کہ موت کی تلخیوں اور سختیوں میں درد و تکالیف کا رونا نہ رویا جائے ۔ اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے ۔ دوسری جانب حضور اقدسؐ کے ثبات و استقلال کا اظہار بھی ہے کہ نزع کی شدت میں بھی غایت توجہ الی اللہ رہی۔ اس وقت بھی یُسر و سہولت کیلئے بارگاہِ الٰہی میں دعا و استدعا کا اہتمام رہا۔

علامہ البیجوریؒ کی تشریح :

علامہ البیجوریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ منکرات الموت سے مراد نزع کی سختی ہے،

Marfat.com

کیونکہ نزع کے وقت ایسی تکالیف وارد ہوتی ہیں یا سکرات الموت لیا جائے تو مراد شدائد کے بحر میں ڈوبنا ہے، مگر اِن سب تکالیف و آلام کا ظہور فقط ظاہری امر ہے، جو اس وقت صاحبِ نزع کا حسبِ حال نظر آتا ہے۔ لاجل زیادۃ رفع الدرجات و الترقی فی اعلی المقامات و الکرامات (مواہب ص ۲۸۶) لیکن حقیقت میں یہ سب کچھ ان کے درجات کی ترقی اور عند اللہ مقام کی رفعت اور انعام و اکرام کی زیادتی پر دال ہے۔

لیکن حضور اقدس ﷺ کا معاملہ تو اس کے برعکس ہے۔ ظاہر تو سکرات الموت ہے، لیکن باطن میں معاملہ ذاتِ باری تعالیٰ اور ملائکۃ المقربین کے ساتھ تھا۔ فان جبریل اتاہ فی مرضہ الشریف ثلاثۃ ایام یقول لہ کل یوم ان اللہ ارسلنی الیک اکراما و اعظاما و تفضیلاً یسئلک مما ھو اعلم بہ منک کیف تجدک و جاءہ فی یوم الثالث بملک الموت فاستاذنہ فی قبض روحہ الشریفۃ فاذن لہ ففعل (مواہب ص ۲۸۶)

یعنی جس ذاتِ گرامی صفات کی مزاج پرسی کے لئے جبریل پورے تین دن آپ ﷺ کے پاس رہیں اور اس مرض الموت کے دوران ہر روز کہتے رہیں کہ حضور ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف اس غرض سے بھیجا ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کریں، حالانکہ وہ آپ ﷺ کے حال کو آپؐ سے زیادہ جانتا ہے۔ محبوب ! تو اپنے آپ کو کس حال میں پاتا ہے اور بتایئے ! تیرا منشا کیا ہے؟ اور پھر جبریل نے یہ بھی کہا کہ یہ مزاج پرسی اسی شرافت اور عظمت اور فضیلت کے اظہار کے لئے ہے، جو آپؐ کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ثابت ہے۔ اس عیادت کے تیسرے روز ہی جبکہ جبریل کی زبان سے کیف تجدک (آپ ﷺ کا منشا مبارک کیا ہے) کا جملہ نکلا تو ملک الموت درِ اقدس پر حاضر ہو کر روحِ مکرم و مقدس کو قبض کرنے کی اجازت مانگنے لگا، پھر آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور ملک الموت نے اپنا کام مکمل کر لیا۔

قبضِ روح ﷺ میں اعزازِ خداوندی :

علامہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ایک طویل روایت اس سلسلہ میں نقل کی ہے، جس میں جبرئیل علیہ السلام کا مسلسل تین دن تک خدا تعالیٰ کی طرف سے عیادت کے لئے حاضر

Marfat.com

ہونے کے بعد لکھتے ہیں، وجاء معه ملک یقال له اسماعیل علی مائة الف ملک کل ملک علی مائة الف یعنی جبرئیل کے ساتھ ایک فرشتہ حاضر خدمت ہوا جو کہ ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم تھا اور پھر ان میں سے ہر فرشتہ لاکھ فرشتوں پر حاکم تھا۔ انہوں نے آ کر حضور ﷺ سے داخلہ کی اجازت چاہی، آپؐ نے جبرئیل سے اس کے متعلق پوچھا۔ جبرئیلؑ نے فرمایا، هذا ملک الموت یستأذن علیک ما استأذن علی آدمی قبلک و لایستأذن علی آدمی بعدک۔ (یہ موت کا فرشتہ (عزرائیل علیہ السلام) ہے۔ آپؐ سے (روح قبضہ کرنے) کی اجازت چاہتا ہے۔ نہ آپ ﷺ سے پہلے کسی انسان سے (جان کنی) کی اجازت چاہی اور نہ کسی انسان سے آپ ﷺ کے بعد (جان کنی) کی اجازت چاہے گا) حضور ﷺ نے داخلہ کی اجازت دی ، ملک الموت سلام کرتے ہوئے گویا ہوئے ، ان اللہ ارسلنی الیک فان امرتنی ان اقبض روحک قبضت و ان امرتنی ان اترک ترکته فقال و تفعل ' کہ حضور میں آپؐ کی روح قبضہ کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ اگر اجازت ہو فبہا ورنہ پھر (بغیر روح قبضہ کئے) آپ ﷺ کو چھوڑے جاتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا آپ اپنا کام مکمل کیجئے گا۔ ملک الموت نے فرمایا، نعم بذلک امرت و امرت ان اطیعک کہ ہاں بتخیرک امرت مجھے تو آپ ہی کی اطاعت کا حکم کیا گیا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ نے جبرئیلؑ کی طرف دیکھا، فقال جبرئیل ان اللہ قد اشتاق الی لقائک (حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی ملاقات کے مشتاق ہیں) آپ ﷺ نے روح قبض کرنے کی اجازت فرمائی اور ملک الموت نے اپنا کام مکمل فرمایا (مشکوۃ شریف ص ۵۴۹)

(۳۷۲/۴) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَا اَغْبِطُ اَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِیْ رَاَیْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْعِیْسٰی سَاَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ فَقُلْتُ لَهٗ مَنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْعَلَاءِ هٰذَا قَالَ هُوَ عَبْدُ

Marfat.com

الرَّحْمٰنِ بْنُ الْعَلَآءِ بْنِ اللِّجْلَاجِ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حسن بن صباح بزار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے مبشر بن اسمٰعیل نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن علاء سے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی۔ انہوں نے یہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے اور انہوں نے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی شدّتِ تکلیف کے بعد اب مجھے کسی شخص کے مرض الموت میں تکلیف نہ ہونے پر رشک نہیں ہوتا۔

راویان حدیث (۶۴۹) مبشر بن اسماعیلؒ اور (۶۵۰) العلاء بن اللجلاجؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

قالت لا اغبط ...... مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔ کسی شخص کے مرض الموت میں تکلیف نہ ہونے پر رشک کے آنے کی وجہ ظاہر ہے کہ شدت مرض گناہوں کے سقوط اور مراتب کے بلند ہونے کا سبب ہوتا ہے اور مرض کی شدت پیامِ اجل ہونے کی وجہ سے استغفار کی کثرت اور موت کی تیاری کا ذریعہ ہے۔

الغبطة حسنِ حال، خوشی اور رشک کے معنیٰ میں آتا ہے۔ یہاں یہی آخری معنیٰ مراد ہے - وھی ان یتمنّٰی ان یکون له مثل ما للغیر من غیر ان تزول عنه (مواہب ص ۲۸۶) غبطہ یہ ہے کہ دوسرے کے مال و جاہ کی آرزو کی جائے، مگر اس کے زوال کی خواہش نہ کرے۔ اگر دوسرے سے زوال چاہے تو یہ حسد ہے اور شرعاً مذموم ہے۔

موت کی شدت اور نرمی :

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ شدتِ موت علامت خیر ہے۔ موت کی سختی عمدہ چیز ہے۔ جب ہی تو آپ ﷺ پر سختی ہوئی۔ یہ حضرت عائشہؓ کی رائے تھی۔ حالانکہ آپ ﷺ پر کوئی ایسی زیادہ سختی نہیں ہوئی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کوئی اضطراب نہیں فرمایا، صرف پیشانی پر پانی ملتے رہے اور وفات تک نماز کی وصیت کرتے رہے اور آخری کلمہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا...... اللّٰھم الحقنی بالرفیق الاعلیٰ''

Marfat.com

(لغات الحدیث ج ۲ ص ۸ کتاب غ مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۷) جبکہ دوسری روایات میں ہے کہ ہَوْنِ موت اور خفتِ موت علامتِ ایمان ہے۔ تو رفع تعارض کے لئے کہا جائے گا کہ نزعِ روح سے پہلے پہل جو تکالیف ہیں، وہ مکفّرات ہیں۔ البتہ نزعِ روح کے وقت جب کہ عالمِ آخرت منکشف ہوتا ہے اور انسان کے کسی عمل کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اس میں خفت ہونا علامتِ ایمان ہے، تو نزعِ روح میں خفت اور اس سے پہلے شدّت یہ دونوں علامتِ ایمان ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ پر بھی یہی کیفیت طاری ہوئی، مگر یہ ضابطہ نہیں ہے، اگر قبل از موت کسی پر شدّت طاری نہ ہو اور آسانی سے روح نکل جائے تو ایمان کے مخالف نہیں۔

حاصلِ بحث :

شیخ احمد عبد الجوادؒ فرماتے ہیں ، ان الشدة قد تكون تكفيرا لبعض السيآت و قد تكون لرفعة الدرجات (اتحافات ص ۳۹۳) (موت سے پہلے شدت اور تکلیف کا ہونا کبھی تو سیئات کا کفارہ اور کبھی بلندی درجات کے لئے ہوتا ہے) و الحاصل ان الشدة ليست امارة على سوء و لا ضده والسهولة ليست علامة على خير ولا ضده (مواہب ص ۲۸۶) (خلاصہ یہ کہ موت کے وقت سختی اور تکلیف کا ہونا نہ برے اور نہ نیک ہونے کی علامت ہے اور جان کنی کے وقت آسانی ہونا نیک اور برے ہونے کی علامت اور دلیل ہے)

(۳۷۳/۵) حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ هُوَ ابْنُ الْمُلَيْكِيِّ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوْا فِىْ دَفْنِهٖ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَيْئًا مَا نَسِيْتُهٗ قَالَ مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِى الْمَوْضِعِ الَّذِىْ يُحِبُّ اَنْ يُّدْفَنَ فِيْهِ اُدْفُنُوْهُ فِىْ مَوْضِعِ فِرَاشِهٖ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوکریب محمد بن علاء نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابومعاویہ (محمد بن حازم) نے عبد الرحمٰن بن ابی بکر (جو کہ ابن ملیکی ہیں)

Marfat.com

کے حوالہ سے بیان کیا انہوں نے یہ روایت ابن ابی ملیکۃ سے اور انہوں نے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے نقل کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت آپ ﷺ کے دفن میں صحابہؓ کا اختلاف ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود حضور اقدس ﷺ سے ایک بات سنی ہے، جو مجھے خوب محفوظ ہے کہ انبیاءِ علیہم السلام کا وصال اُسی جگہ ہوتا ہے، جہاں اُن کا دفن پسندیدہ ہو، اس لئے حضور اکرم ﷺ کو آپ ﷺ کے وصال ہی کی جگہ دفن کرنا چاہئے۔

راوی حدیث (٦٥١) عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مقامِ تدفین میں اتفاق :

اختلفوا فی دفنہ ...... حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے مدفن میں اختلاف پیدا ہوا اور صحابہ کرامؓ کی آراء مختلف ہوگئیں۔ کسی کی رائے تھی مسجد نبوی میں، بعض نے کہا جنت البقیع میں، بعض نے کہا آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کے ساتھ، بعض نے مکہ مکرمہ کی رائے دی۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ آگے بڑھے اور آپ ﷺ سے سنی ہوئی تعلیم کے مطابق موضع وصال پر دفن کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ادفنوہ فی موضع فراشہ۔ چنانچہ حدیث کے مطابق صحابہ کرامؓ آپؐ کے موضع تدفین پر متفق ہوگئے اور آپ ﷺ کی چارپائی والے مقام پر آپ ﷺ کی قبر تیار کی گئی، جو امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں تھی۔

(حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ٥٤٧)

شانِ صدیق اکبرؓ :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ تحریر فرماتے ہیں :

چونکہ حضور اقدس ﷺ کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھ سے سب اُمور سرانجام پانے مقرر ہو چکے تھے۔ اس لئے اس نوع کے مسائل بھی خصوصیت سے

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو معلوم تھے۔ نمونہ کے طور پر چند حدیثیں مختصر طور نقل کرتا ہوں۔

(۱) کسی نبی کی وفات اُس وقت تک نہیں ہوتی، جب تک امت میں سے کسی کا مقتدی بن کر نماز نہ پڑھے۔ (۲) زکوٰۃ وصول کرنے کی حدیثیں اور اس کے نصاب۔ (۳) میرے گھر یعنی قبر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (۴) انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ (۵) حق تعالیٰ شانہ جب کسی نبی کو کوئی رزق عطا فرماتے ہیں تو اس کا متولّی وہ شخص ہوتا ہے جو نبی کا خلیفہ ہو۔

(۶) جو شخص خلیفہ اور بادشاہ بنے اور وہ لاپروائی سے کسی کو نائب بنائے، اس پر اللہ کی لعنت ہے، لاپروائی کا مطلب یہ ہے کہ حق کی رعایت نہ کرے ۔ (۷) حدِّ زنا کی حدیث۔ (۸) جہاد میں مشورہ کی حدیث۔ (۹) دین کا مدار لا الہ الا اللہ پر ہے۔ (۱۰) خلافت کا قریش میں ہونا۔ (۱۱) انصار کے فضائل اور ان کے بارے میں خلیفہ کو خیر خواہی کی وصیت۔ (۱۲) چوری کی سزا۔ (۱۳) منصف متواضع بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے۔ (۱۴) جو یہ چاہے کہ جہنم کی سختی سے محفوظ رہے اور اللہ کے سایہ میں رہے تو مؤمنین پر سختی نہ کرے، ان پر رحم کا برتاؤ کرے۔ (۱۵) جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے، عذابِ عامّہ میں مبتلا ہوتی ہے۔ (تاریخ الخلفاء) ان کے علاوہ اور بھی ایسی روایات ہیں جن کا تعلق حضور اکرم ﷺ کے وصال اور وصال کے بعد انتظامات سے ہے۔ (خصائل)

(۳۷۴/۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَ عَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ وَ سَوَارُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ غَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ اَبَابَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَعْدَ مَا مَاتَ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار، عباس عنبری، سوار بن عبد اللہ اور بہت سے دوسرے لوگوں نے یہ حدیث بیان کی۔ اُن سب نے کہا کہ ہمیں یحیٰی بن سعید نے

Marfat.com

سفیان ثوری کے حوالہ سے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ اُن کو موسیٰ بن ابی عائشہ نے عبید اللہ بن عبداللہ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی۔ انہوں نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تشریف لائے اور آپ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔

راویان حدیث (۶۵۲) عباس العنبریؒ (۶۵۳) سوار بن عبداللہؒ اور (۶۵۴) موسیٰ بن ابی عائشۃ الحمدانیؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

تقبیلِ میّت سنت ہے :

قبل النبی صلی اللہ علیہ و سلم ...... تحت اللفظ ترجمہ میں مضمونِ حدیث واضح ہے۔ قبّل ، تقبیل سے ہے، بمعنیٰ چومنے اور بوسہ لینے کے۔ یہ حدیث مختصر ہے۔ آئندہ تفصیل آ رہی ہے۔

(۱) یہ بوسہ تبرک وتیمن کے لئے تھا، ای تیمناً و تبرکاً (مناوی ج۲ص۲۶۱) (۲) نیز اس بوسہ میں حضور اقدس ﷺ کی اقتداء اور پیروی غرض تھی۔ و اقتداء بتقبیلہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن مظعون (مناوی ج۲ص۲۶۱) (ابوبکرؓ کا آپ ﷺ کے ماتھے مبارک کو چومنا یہ دراصل آپ ﷺ کی اقتداء مقصود تھی کہ حضور ﷺ نے بھی عثمان بن مظعون کا بوسہ لیا تھا) (۳) شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں، فتقبیل المیّت سنۃ (مواہب ص۲۸۶) یعنی میّت کا بوسہ لینا سنت ہے۔ (۴) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ یہ الوداعی بوسہ تھا کہ محبوب کی دائمی مفارقت ہو رہی تھی۔

(۳۷۵/۷) حَدَّثَنَا نَصرُ بْنُ عَلِيِّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا مَرْحُوْمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الْعَطَّارُ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ بَابَنُوْسَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ فَوَضَعَ فَمَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى سَاعِدَيْهِ وَ قَالَ وَانَبِيَّاهُ وَاصَفِيَّاهُ وَاخَلِيْلَاهُ .

Marfat.com

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں نصر بن علی جہضمی نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ اسے مرحوم بن عبدالعزیز عطار نے ابوعمران جونی کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت یزید بن بابنوس سے اور انہوں نے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے نقل کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور آپ ﷺ کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر یہ فرمایا، ہائے نبی ہائے صفی اور ہائے خلیل۔

راویان حدیث (۶۵۵) مرحوم بن عبدالعزیز العطارؒ اور (۶۵۶) یزید بن بابنوسؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والہیت :

ان ابابکرؓ دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... حضرت ابوبکر صدیقؓ وصال کے بعد حجرۂ عائشہ میں بارگاہِ قدس میں تشریف فرما ہوئے۔ دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور حضور ﷺ کے دونوں بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے، یعنی کمال محبت میں آپؐ پر جھکے، اس میں میت کو چھونے اور ہاتھ لگانے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔

وانبیاہ 'وا' کا لفظ عربی زبان میں اظہارِ افسوس کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مقصود رنج اور دکھ کا اظہار ہوتا ہے۔ علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں : وفی روایۃ احمد انہ اتاہ من قبل راسہ فحدر فاہ فقبّل جبھتہ ثم قال و انبیاہ ثم رفع رأسہ و حدر فاہ و قبل جبھتہ ثم قال واصفیاہ ثم رفع رأسہ وحدر فاہ و قبّل جبھتہ و قال واخلیلاہ (جمع ج۲ ص۲۶۲)

یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور ﷺ کے سرِ اقدس کی طرف سے تشریف لائے اور چہرۂ انور پر سر جھکایا اور پیشانی مبارک کو چوما، پھر فرمایا ہائے نبی، پھر سر اٹھایا اور روئے مبارک پر پھر سر جھکایا اور پیشانی مبارک پر بوسہ دیا، پھر فرمایا ہائے برگزیدہ، پھر سر اٹھایا اور پھر روئے اطہر پر سر جھکایا اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا، پھر فرمایا ہائے دوست

نیز ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب میں ابن ابی شیبہؒ سے نقل کیا ہے : فوضع فمہ علی جبینہ

Marfat.com

فجعل یقبله و یبکی ویقول بابی انت و امی طبت حیا و میتا (جمع ج۲ص۲۶۲) منہ رکھا اور بوسہ لینا شروع کر دیا اور روتے بھی جاتے تھے اور فرماتے بھی جاتے تھے کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کی زندگی بھی پاک اور وصال بھی پاک ۔

اوصافِ میّت کا بیان جائز ہے :

حضرات فقہاءؒ و محدثینؒ بیان کرتے ہیں کہ :

کہ کسی برگزیدہ عالم محقق یا شیخ طریقت کے وصال پر اس کے اچھے اوصاف بیان کرنا مستحب ہے۔ اس لئے کہ یہ خلفاءِ راشدین کا طریقہ تھا کہ وہ برگزیدہ حضرات کی وفات کے بعد اوصافِ حسنہ بیان کرتے تھے ۔

علامہ الیجوریؒ اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں :

و هذا یدل علی جواز عد اوصاف المیت بلانوح بل ینبغی ان یندب لانه من سنة الخلفاء الراشدین والائمة المهتدین و قد صار ذالک عادة فی رثاء العلماء بحضور المحافل العظیمة والمجالس الفخیمة (مواہب ص۲۸۷) یہ دلیل ہے میت کے اوصاف بیان کرنے کے جواز پر بشرطیکہ اس بیان میں کسی قسم کا نوحہ نہ پایا جائے ، بلکہ یہ مندوب ہے۔ اس لئے کہ یہ سنتِ خلفاءِ راشدین اور ائمہ مہتدین ہے اور یہ علماءِ کرام کی عادت ہو چلی ہے، بڑی بڑی محفلوں اور مجالس میں اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

(۳۷۶/۸) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالِ الصَّوَّافُ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الَّذِیْ دَخَلَ فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ اَضَآءَ مِنْهَا کُلُّ شَیْءٍ فَلَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ اَظْلَمَ مِنْهَا کُلُّ شَیْءٍ وَمَا نَقَضْنَا اَیْدِیَنَا عَنِ التُّرَابِ وَاِنَّا لَفِیْ دَفْنِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰی اَنْکَرْنَا قُلُوْبَنَا .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں بشر بن ہلال صواف بصری نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے جعفر بن سلیمان نے ثابت کے حوالہ سے بیان کیا۔ وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز حضور اقدس

Marfat.com

ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے، مدینہ کی ہر چیز منور اور روشن بن گئی تھی اور جس دن حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہر چیز تاریک بن گئی تھی۔ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد مٹی سے ہاتھ بھی جھاڑنے نہ پائے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا تھا۔

نورِ نبوت کی ضیاپاشیاں :

قال لما كان اليوم ...... جس روز حضورِ اقدس ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ آپ ﷺ کے علوم و معارف اور برکات کے نور سے منور ہوگیا۔ گویا آپ ﷺ کے جمالِ باکمال کے پرتو سے مدینہ منورہ کے درو دیوار چمک اٹھے اور نورِ نبوت تمام مدینہ کو محیط ہوگیا۔

شیخ عبدالرؤفؒ تحریر فرماتے ہیں :

وفی قوله كل شئى مبالغة لطيفة كانّ كل شئى فى العالم اقتبس النور واخذه من المدينة فى ذالک اليوم والاصح ان المراد به ان كل جزء من اجزاء المدينة اضاء ذالک اليوم حقيقة ولاتجريد و كيف لايضئى له ذالک و قد كانت ذاته كلها نوراوسماه الله نورا فقال سبحانه قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين فكان نورا أضاء للعالمين و سراجًا منيراً (مناوی ج۲ص۲۶۲) یعنی حدیث شریف میں جو کل شئی آیا ہے، یعنی ہر ایک شے' اس میں ایک لطیف مبالغہ ہے۔ کہ کائنات کی ہر چیز اسی نور سے مستفید ہو رہی ہے اور اس دن مدینہ منورہ بھی اس نور سے تابناک ہو رہا تھا اور صحیح بات تو یہی ہے کہ مدینہ منورہ کا ہر ایک گوشہ حقیقتاً اس دن روشن تھا اور کیوں روشن نہ ہوتا، جبکہ حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ اقدس سراپا نور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا اسم مبارک نور رکھا۔ سوارشاد فرمایا سبحانہ وتعالیٰ نے کہ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب، اور حضور ﷺ کا نور تمام جہانوں کو روشن کرتا ہے اور ان کا پیکر جمیل روشن چراغ ہے۔

علامہ البیجوریؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں :

Marfat.com

ای استنار من المدنیة الشریفة کل شئی نوراحسیّا و معنویا لانه صلی اللّٰه علیه وسلم نور الانوار والسراج الوهاج نور الهدایة العامة ورافع الظلمة الطامة (مواهب ص ۲۸۷) یعنی مدینہ منورہ کی ہر شے حسیاتی و معنوی طور پر نور سے منور ہوگئی۔ اس لئے کہ حضور انور ﷺ کی ذاتِ اقدس نورالانوار، نہایت ہی روشن چراغ، ہدایت عامہ کے نور اور کمال تاریکی کو دور کرنے والی ہے۔

اور جب وصال ہوا :

اظلم منها کل شئی ...... جس روز حضور اقدس ﷺ کا وصال ہوا تو مدینہ منورہ تاریکی میں ڈوب گیا۔ گویا ہر شی پر غم کا عالم طاری تھا۔ ہر شخص پریشان اور مضطرب تھا، ہر طرف تاریکی ہی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں :

یہ مطلب نہیں کہ کسی قسم کا اعمال و عقائد میں تغیر ہوگیا تھا، بلکہ فیضِ صحبت اور مشاہدۂ ذات کے انوار جو ہر وقت مشاہدہ ہوتے تھے، وہ حاصل نہ رہے تھے۔ چنانچہ اب بھی سالکین کو مشائخ کے یہاں حاضری اور غیبت میں انوار کا بیّن فرق محسوس ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُن انوار کے حاصل کرنے کے لئے اب مجاہدات، ذکر کی کثرت اور مراقبہ کا اہتمام کرایا جاتا ہے اور اُس وقت کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی۔ جمالِ جہاں آرا کی زیارت ہی سیکڑوں جلووں سے زیادہ تھی اور ایمان واحسان کی اُس انتہائی نسبت کو پیدا کرنے والی تھی، جو سیکڑوں مجاہدوں سے بھی پیدا نہیں ہوتی کہ صحابی بننے کے بعد اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی محبت کے مقابلہ میں تن من جان و مال سب بے حقیقت چیزیں بن جاتی تھیں۔ چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کی پوری زندگی اس کی شاہد عدل ہے (خصائل)

وما نقضنا ...... اور ہم نے قبر مبارک کی مٹی سے ہاتھ بھی نہیں جھاڑے تھے اور تدفین میں مصروف تھے، مگر ہمارے دل یہ ماننے کے لئے آمادہ نہ تھے کہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لئے گئے ہیں۔

یعنی ہم آپ ﷺ کے وصال کی بات پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے دلوں کو برا کہا کہ اے ہمارے قلوب ! تم کس طرح قبر مبارک پر مٹی ڈالنے پر راضی ہوئے۔ محشی

Marfat.com

مشکوٰۃ 'لمعات سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں، حتی انکرنا ...... لم یرد عدم التصدیق الایمانی بل هو کنایة عن عدم وجدان النورانیة والصفاء الذی کان حاصلاً من مشاهدته صلی اللّٰه علیه و سلم لتفاوت حال الظهور والغیبة ۔(مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۷) (یعنی حتی انکرنا قلوبنا (ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا تھا) سے تصدیقِ ایمانی کا نہ ہونا ہرگز مراد نہیں بلکہ یہ ایک قسم کنایہ ہے کہ ہمیں وہ نورانیت اور دلوں کی صفائی جو آپ ﷺ کے مشاہدہ کے وقت محسوس ہوا کرتی وہ نہیں پا رہے کیونکہ آپ ﷺ کے موجود اور حاضر ہونے کی کیفیت اور ناموجود ہونے کے حال و کیفیت میں بڑا فرق ہے)

سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کا مرثیہ :

ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :

شرح السنۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم دفن کر کے محترمہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا جگرِ گوشہ رسولِ مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا :

یا انس اطابت انفسکم ان تحثوا التراب علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و اٰله و سلم (جمع ج ۲ ص ۲۶۳) (اے انس ! کیا تمہارا دل اس کام سے خوش ہوا کہ تم حضور رسولِ کریم ﷺ کے مرقد پر مٹی نچھاور کرے)

اور فرماتی ہیں : واخذت من تراب القبر الشریف فوضعته علی عینها وانشدت :

ماذا علی من شم تربة احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لوانها صبت علی الایام صرن لیالیا

یعنی سیدۃ النساء خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے قبر شریف سے تھوڑی سی مٹی لے کر اپنی آنکھوں سے لگائی اور یہ دو شعر پڑھے ۔(۱) سیدنا احمد (ﷺ) کی تربت مبارک کی خاک شریف جو شخص سونگھے گا، اس کا کیا حکم ہے؟ تو اس کے لئے یہ حکم ہے ...... کہ جب تک زمانہ ہے ایسی خوشبو کبھی نہ سونگھے گا۔

(۲) اے حضور ﷺ ! جناب کے تشریف لے جانے کے بعد مجھ پر کچھ ایسی مصیبتیں

Marfat.com

نازل ہوئیں کہ اگر وہ روزِ روشن پر نازل ہوتیں تو وہ بھی شبِ بلا بن جاتا۔

(۹/۳۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن حاتم نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عامر بن صالح نے ہشام بن عروۃ کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا۔

راویان حدیث (۶۵۷) محمد بن حاتمؒ اور (۶۵۸) عامر بن صالحؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

پیر کا روز یوم وصال ہے :

قالت توفی ...... حضور اقدسؐ کا یوم وصال تمام علماء اور محدثین کے نزدیک پیر کا دن ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ متفق علیه بین ارباب النقل (مناوی ج۲ ص۲۶۳)

(۱۰/۳۷۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَمَكَثَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَيْلَةَ الثُّلٰثَاءِ وَ دُفِنَ مِنَ اللَّيْلِ وَ قَالَ سُفْيَانُ وَ قَالَ غَيْرُهٗ يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِيْ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن ابی عمر نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی امام باقرؒ سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا۔ یہ روز اور سہ شنبہ کا روز انتظام میں گذرا اور منگل بدھ کی درمیانی شب میں حضور اکرم ﷺ کو قبر شریف میں اُتارا۔ سفیانؒ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام

Marfat.com

باقر کی حدیث میں تو یہی ہے کہ جو گذرا، لیکن اور روایت میں یہ بھی ہے کہ اخیر حصۂ شب میں پھاوڑوں کی آواز آتی تھی۔

تدفین میں تاخیر کیوں ؟

قال قبض ...... المساحی جمع ہے، مفرد اس کی مسحاۃ ہے۔ پھاوڑے کو کہتے ہیں پیر کے روز وصال ہوا، پیر اور منگل کے دن لوگ زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ غسل اور تدفین کا انتظام کرتے رہے، منگل اور بدھ کی درمیانی شب مدفون ہوئے اور وہ بھی شب کے آخری حصہ میں، جمہور کا یہی قول ہے اور یہ حدیث مرسل ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں :

گویا اخیر حصۂ شب میں قبر کھودی گئی۔ اس حدیث میں یہ خلجان کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس ؐ کے دفن میں اس قدر تاخیر کیوں کی گئی۔ حالانکہ دفن کی تعجیل میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر جس قدر مراحل درپیش تھے، ان کے لحاظ سے یہ بھی کچھ تاخیر نہیں ہوئی، بلکہ تعجیل ہی تھی کہ اوّل تو اس حادثۂ ہائلہ کی وجہ سے ہوش و حواس ہی ابوبکرؓ کے علاوہ کسی کے رہ گئے تھے، کوئی مدہوش تھا، کوئی حیرت زدہ کہ زبان سے بات نہ نکلتی تھی، کوئی صدمہ کی شدّت سے حضور اکرم ﷺ کے وصال کا یقین ہی نہ کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ جیسا بہادر استقلال و شجاعت کا مجسّمہ بے قابو تھا۔ اس کے بعد مراحلِ انتظامیہ درپیش تھے۔ وہ ایک سے ایک بڑھ کر۔ اس لئے کہ سب سے اہم کام اس وقت خلافت کا مسئلہ تھا کہ تجہیز و تکفین کے ہر ہر جز میں اس کی ضرورت تھی کہ ہر جز میں اختلاف ہو رہا تھا۔ نیز نبیؐ ہونے کی وجہ سے ہر ہر جزو میں حکم معلوم کرنے کی بھی ضرورت تھی۔ چنانچہ گزشتہ اختلاف سے معلوم ہو گیا کہ کوئی مکہ مکرمہ واپس لے جانے پر مصر تھا اور کوئی مدفنِ ابراہیمی پر لے جانا چاہتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی تجہیز و تکفین اور صلوٰۃ الجنازہ میں اشکالات تھے کہ عام لوگوں کی تجہیز و تکفین ہمیشہ دیکھنے میں آئی، مگر کسی نبی کو اس سے قبل دفنانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ کس طرح غسل دیا جائے کہ کس طرح نماز پڑھی جائے۔ ہر مسئلہ میں احادیث معلوم کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ کپڑوں ہی میں حضور اکرم ﷺ کو غسل دیا گیا اور بغیر

Marfat.com

جماعت کے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی گئی۔ جیسا کہ آئندہ آرہا ہے اور تمام مسلمانوں کی علیحدہ نماز کے لئے جتنا وقت چاہئے تھا، وہ بھی ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ انصار میں بیعت کا مسئلہ بحث میں آجانے سے یہ مہم اور بھی زیادہ سخت بن گئی تھی کہ اگر کوئی نااہل امیر بن گیا تو دین کا سنبھالنا مشکل پڑ جائے گا اور اس کو امارت سے ہٹانا ایک مستقل فتنہ کا دروازہ ہوگا۔ اس لئے اس وقت دین کا تحفظ صرف امارت ہی کے مسئلہ پر موقوف بن گیا تھا۔ چنانچہ شام تک بیعت کا مسئلہ طے ہوا اور دوسرے دن بیعتِ عامّہ ہو جانے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے موافق ہر ہر مرحلہ سہولت سے طے ہوتا گیا۔ (خصائل)

(۳۷۹/۱۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِى نَمِرٍ عَنْ اَبِى سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ تُوُفِّىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ دُفِنَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عبدالعزیز بن محمد نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے نقل کی۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا اور سہ شنبہ کو دفن کیے گئے۔

یومِ تدفین کی روایات میں تطبیق :

اس سے ماقبل کی حدیث میں منگل اور بدھ کی درمیانی شب میں تدفین کا ذکر ہے، جبکہ یہاں منگل کے دن کا بیان ہے۔ محدثین دونوں احادیث میں تطبیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں
(۱) کہ تجہیز و تکفین کا عمل منگل کے روز سے شروع ہوا ہوگا اور بدھ کی شب آخر وقت میں تدفین سے فراغت ہوئی ہوگی۔ (۲) منگل اور بدھ کی درمیانی شب میں تدفین ہوئی، جس کو عرفاً منگل کا دن بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس حدیث میں عرف کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔
(۳) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ مسئلہ خلافت سے فراغت کے بعد منگل کے دن تجہیز

Marfat.com

وتکفین کی ابتداء ہوئی اور بدھ کی شب میں فراغت ہوئی۔ یہ اور پہلی توجیہ ایک ہی ہے صرف الفاظ اور تعبیر کا فرق ہے۔

(۳۸۰/۱۲) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ دَاوٗدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ نُبَيْطٍ اَخْبَرَنَا عَنْ نُعَيْمِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ نُبَيْطِ بْنِ شُرَيْطٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ وَ كَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ قَالَ اُغْمِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ مَرَضِهٖ فَاَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْ بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَ مُرُوْآ اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ اَوْ قَالَ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُغْمِيَ عَلَيْهِ فَاَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ قَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْآ اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّ اَبِيْ رَجُلٌ اَسِيْفٌ اِذَا قَامَ ذٰلِكَ الْمَقَامَ بَكٰى فَلَا يَسْتَطِيْعُ فَلَوْ اَمَرْتَ غَيْرَهٗ قَالَ ثُمَّ اُغْمِيَ عَلَيْهِ فَاَفَاقَ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْآ اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّ كُنَّ صَوَاحِبُ اَوْ صَوَاحِبَاتُ يُوْسُفَ قَالَ فَاُمِرَ بِلَالٌ فَاَذَّنَ وَ اُمِرَ اَبُوْبَكْرٍ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ خِفَّةً فَقَالَ انْظُرُوْآ اِلٰى مَنْ اَتَّكِئُ عَلَيْهِ فَجَآءَتْ بَرِيْرَةُ وَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَاتَّكَاَ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَنْكُصَ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ اَنْ يَّثْبُتَ مَكَانَهٗ حَتّٰى قَضٰى اَبُوْبَكْرٍ صَلٰوتَهٗ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قُبِضَ فَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰہِ لَا اَسْمَعُ اَحَدًا يَّذْكُرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قُبِضَ اِلَّا ضَرَبْتُهٗ بِسَيْفِيْ هٰذَا قَالَ وَ كَانَ النَّاسُ اُمِّيِّيْنَ لَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهٗ فَاَمْسَكَ النَّاسُ قَالُوْا يَا سَالِمُ انْطَلِقْ اِلٰى صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَادْعُهٗ فَاَتَيْتُ اَبَابَكْرٍ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَتَيْتُهٗ اَبْكِيْ دَهِشًا فَلَمَّا رَاٰنِيْ قَالَ لِيْ اُقْبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اِنَّ عُمَرَ يَقُوْلُ لَا اَسْمَعُ اَحَدًا يَّذْكُرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ اِلَّا ضَرَبْتُهٗ بِسَيْفِيْ هٰذَا فَقَالَ لِيْ اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ فَجَآءَ هُوَ وَالنَّاسُ قَدْ دَخَلُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَفْرِجُوْا لِيْ فَاَفْرَجُوْا لَهٗ فَجَآءَ حَتّٰى اَكَبَّ عَلَيْهِ وَ مَسَّهٗ فَقَالَ اِنَّكَ

Marfat.com

مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ فَعَلِمُوْا اَنْ قَدْ صَدَقَ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنُصَلِّىْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا وَ كَيْفَ قَالَ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَ يَدْعُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ وَيَدْعُوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَدْخُلَ النَّاسُ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُدْفَنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالُوْآ اَيْنَ قَالَ فِى الْمَكَانِ الَّذِىْ قَبَضَ اللّٰهُ فِيْهِ رُوْحَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوْحَهٗ اِلَّا فِىْ مَكَانٍ طَيِّبٍ فَعَلِمُوْآ اَنَّهٗ قَدْ صَدَقَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يُّغَسِّلَهٗ بَنُوْآ اَبِيْهِ وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَتَشَاوَرُوْنَ فَقَالُوْآ اِنْطَلِقْ بِنَآ اِلٰى اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِىْ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ مِنَّا اَمِيْرٌ وَّ مِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ لَّهٗ مِثْلُ هٰذِهِ الثَّلٰثِ ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا مَنْ هُمَا قَالَ ثُمَّ بَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ وَ بَايَعَهُ النَّاسُ بَيْعَةً حَسَنَةً جَمِيْلَةً .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں نصر بن علی جہضمی نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن داؤد نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں سلمۃ بن نبیط نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں نعیم بن ابی ہند نے نبیط بن شریط کے حوالہ سے اس کی خبر دی اورانہوں نے اسے سالم بن عبید صحابی رسول ﷺ سے روایت کیا۔ صحابی رسول سالم بن عبیدؓ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ بیماری کے دوران آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوجاتی اور پھر آرام ہوجاتا تو ارشاد فرماتے کیا نماز کا وقت ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں، ارشاد فرمایا بلال کو کہو کہ اذان کہے اور ابوبکرؓ صحابہؓ کو نماز پڑھائیں۔ پھر بے ہوشی طاری ہوئی اور پھر آرام ہوگیا تو ارشاد فرمایا کیا نماز کا وقت ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں! ارشاد فرمایا بلال کو کہو اذان دے اور ابوبکرؓ صحابہؓ کو نماز پڑھائیں۔ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ بیشک میرا باپ رقیق القلب ہے، جب وہ آپؐ کے مصلّی پر کھڑا ہوگا تو بے ساختہ رو پڑے گا۔ لہٰذا وہ آپؐ کی جگہ پر نہیں کھڑا ہو سکے گا۔ لہٰذا آرزو رکھتی ہوں کہ کسی اور کو نماز

Marfat.com

پڑھانے کا حکم دیجئے۔ سالم بن عبیدؓ نے فرمایا آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوئی اور پھر آرام ہو گیا، تو ارشاد فرمایا بلالؓ کو کہو اذان کہے اور ابو بکر کو کہو صحابہ کو نماز پڑھائے۔ پس یقیناً تم یوسف علیہ السلام کے واقعہ والی عورتیں بن رہی ہو۔ سالم بن عبیدؓ نے فرمایا کہ چونکہ بلالؓ کو امر کیا گیا تو اس نے اذان دی، اور ابو بکرؓ کو امر کیا گیا، تو انہوں نے نماز پڑھائی۔ پھر رسولِ کریم ﷺ نے کچھ آرام محسوس فرمایا، تو ارشاد فرمایا دیکھو کوئی ہے، جس پر سہارا لے کر مسجد تک جاؤں۔ حضرت بریرہؓ اور ایک دوسرے شخص آئے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں پر سہارا لیا، پس جب ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے، تو حضور ﷺ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ یہاں تک کہ ابو بکرؓ نے نماز پوری کر لی۔ بالآخر رسولِ کریم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! جس نے بھی یہ بات کہی اور میں نے سُنی کہ حضور ﷺ کا وصال ہوا ہے، اس کی گردن اپنی تلوار سے اُڑا دوں گا۔ راوی نے کہا کہ عام طور لوگ ناخواندہ تھے، نیز ان میں پہلے کوئی نبی بھی نہ ہوا تھا۔ لہٰذا لوگ چپ ہو گئے۔ صحابہؓ نے کہا اے سالم! حضور ﷺ کے ساتھی کو بلا لو۔ ابو بکر صدیقؓ (اپنے محلّہ کی) مسجد میں تھے کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں روتا ہوا دہشت زدہ ان کے پاس پہنچا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ کیا حضور ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں جس کو یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا ہے، تو اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ پس ابو بکر صدیقؓ نے مجھے کہا چلو۔ سو میں ان کے ساتھ آ گیا۔ اُس وقت صحابہؓ حضور پاک ﷺ کے وجود مبارک کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اے لوگو مجھے راہ دے دو۔ پس آئے یہاں تک کہ آنحضور ﷺ پر گر پڑے اور وجود مبارک سے لپٹ گئے اور فرمایا یقیناً آپ ﷺ نے بھی انتقال کرنا ہے اور بیشک انہوں نے بھی مرنا ہے، پھر صحابہؓ نے کہا اے رسول کریم ﷺ کے رفیق! کیا حضور ﷺ وصال فرما چکے ہیں۔ آپ نے جواب دیا ہاں۔ پس صحابہؓ کو یقین آ گیا۔ صحابہ نے کہا اے رفیقِ رسولِ کریم ﷺ! کیا ہم رسول اللہ ﷺ پر نماز پڑھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کس طرح؟ فرمایا کہ ایک گروہ

Marfat.com

داخل ہو، پس تکبیر کہیں، دعا کریں اور نماز پڑھیں۔ پھر وہ باہر چلے آئیں، پھر دوسرا گروہ آئے تکبیر کہے، نماز پڑھے اور دعا کہے، پھر باہر چلا آئے، حتیٰ کہ ساری مخلوق اسی طرح حجرہ مبارکہ میں داخل ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے رفیقِ رسول اللہ ﷺ کیا آنحضرت ﷺ کو دفن کیا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا ہاں! صحابہؓ نے کہا کہ کہاں؟ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا، جس جگہ آپ ﷺ کا وصال ہوا ہے، وہی مدفن ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا وصال پاک جگہ میں کیا ہے۔ پس صحابہؓ جان گئے کہ انہوں صحیح صحیح فرمایا ہے، پھر ابوبکر صدیقؓ نے حضور ﷺ کے چچا زاد بیٹوں کو فرمایا کہ تم غسل دو اور مہاجر جمع ہو کر باہم دگر مشورے کر رہے تھے۔ سو مہاجرین نے ابوبکر صدیقؓ کو کہا آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائیوں انصار کی طرف چلیں تاکہ وہ بھی اس مشورہ میں شریک ہو جائیں۔ انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم سے ہو، تو عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ کون ہے جس میں تین فضیلتیں جمع ہیں۔ صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے یار سے فرماتے تھے کہ غم نہ کھا، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تم جانتے ہو وہ دونوں کون سی ہستیاں تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ پھر عمرؓ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ابوبکر صدیقؓ کے دستِ مبارک پر لوگوں نے بیعت کر لی۔ بیعتِ نیک اور بہترین۔

راویان حدیث (۶۵۹) سلمۃ بن نبیطؒ (۶۶۰) نعیم بن ابی ھندؒ (۶۶۱) نبیط بن شریطؒ اور (۶۶۲) سالم بن عبیدؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

انبیاء پر بے ہوشی آسکتی ہے، مگر جنون نہیں :

قال اغمی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... بیماری کے دوران حضور اقدسؐ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ یہ اس آخری بیماری کا ذکر ہے، جس کے بعد آپ صحت یاب نہ ہو سکے۔ یہ بیماری بھی درحقیقت ضعفِ بدن تھا نہ یہ قطعی بے ہوشی، انبیاء پر بے ہوشی کا آنا جائز ہے کہ بے ہوشی بھی ایک گونہ مرض ہے، جو ضعف اور فتورِ اعضاء سے لاحق ہوتی ہے۔ بخلاف جنون کے کہ وہ نقص ہے اور انبیاء اس سے پاک ہوتے ہیں اور انبیاء کی بے ہوشی بھی عام انسانوں کی طرح بے ہوشی نہیں ہوتی۔ و لیس إغماؤهم كإغماء

Marfat.com

غیرھم (مواہب ص۲۸۹) کیونکہ اس سے صرف اُن کے ظاہری حواس پر پردہ آجاتا ہے، مگر قلوب بحال ہوتے ہیں، کیونکہ جب ان کے دلوں پر نیند نہیں آتی تو بے ہوشی تو بطریقِ اولیٰ نہیں آنی چاہئے۔ علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں لانہ اذا عصمت عن النوم فعن الإغماء أولٰی (مواہب ص۲۸۹)

نرم دلی صدیق اکبرؓ کی طبعی افتاد تھی :

فقالت عائشة ...... حضرت صدیق اکبرؓ طبعی طور پر نرم دل پیدا ہوئے تھے ان پر اکثر رقت طاری رہتی تھی، پھر حضور اقدس ﷺ سے بھی بہت قریب کا تعلق تھا۔ سیدہ عائشہؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی زیرک بیٹی تھیں۔ انہیں اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ سے تعلقِ خاطر اور طبعی افتاد و نرم دلی کا بھی علم تھا۔ انہیں یہ تصور غالب تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ سے آپ ﷺ کا مصلّٰی خالی نہ دیکھا جا سکے گا۔ پھر امّ المؤمنین حفصہ بنت عمرؓ بھی حضرت عائشہؓ کی ہمنوا بن چکی تھیں۔ دونوں حضرت صدیق اکبرؓ کی بجائے کسی دوسرے شخص سے امامت کروانے پر اصرار کر رہی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے متعدد بار سوال و جواب پر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا :

صواحباتِ یوسف کے ساتھ تشبیہ :

فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ اَوْ صَوَاحِبَاتُ يُوْسُفَ : تم یوسف کے قصہ والی عورتیں بننا چاہتی ہو۔

قولِ اوّل :

اوّل یہ کہ تم سے مراد حضرت عائشہؓ ہیں اور عورتوں سے مراد صرف زلیخا ہیں اور جمع کا لفظ تعظیمی محاورہ کے اعتبار سے فرمایا۔ اس قول کے موافق (الف) تشبیہ بیجا بات پر اصرار کرنے میں ہے کہ جیسا زلیخا نے ایک ناحق اور نامناسب بات پر حضرت یوسفؑ پر بہت زیادہ اصرر کیا۔ ایسے ہی تم بھی بے جا بات پر اصرار کر رہی ہو۔ (ب) یہ کہ تشبیہ اس بات میں ہے کہ جیسے زلیخا نے اپنی ملامت کرنے والیوں کو دعوت کے نام سے بلایا اور ظاہر یہ کیا کہ دعوت مقصود ہے، لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن و

Marfat.com

جمال کو دیکھ کر زلیخا کو معذور سمجھیں۔ ایسے ہی حضرت عائشہؓ ظاہراً تو یہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ رقیق القلب ہیں، وہ آپ ﷺ کی جگہ پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے، لیکن دل میں یہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہ سے خود دوسری جگہ منقول ہے کہ مجھے حضور اکرم ﷺ سے بار بار مراجعت کرنے کا تقاضا اس وجہ سے ہو رہا تھا کہ میرے نزدیک لوگ اُس شخص کو کبھی بھی پسند نہ کریں گے، جو حضور اکرم ﷺ کی جگہ پر کھڑا ہو اور اس کو منحوس سمجھیں گے

قولِ دوم :

دوسرا قول یہ ہے کہ تم سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں اور حضرت یوسفؑ والی عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں، جن کو زلیخا نے دعوت کے نام سے بلایا تھا۔ اس قول کے موافق بھی (الف) تشبیہ بیجا بات پر اصرار میں ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما بے جا بات پر اصرار فرما رہی تھیں۔ چنانچہ بعض راویات میں ہے کہ حضرت حفصہؓ نے بھی اس چیز پر اصرار کیا۔ (ب) یہ کہ تشبیہ وہی دل کے خلاف بات ظاہر کر کے اصرار کرنے میں ہے کہ (حضرت عائشہؓ کے ذہن میں تو یہ مضمون تھا کہ لوگ حضورِ اکرم ﷺ کی جگہ حضرت صدیق اکبرؓ کو کھڑا ہوا دیکھیں گے، تو نحوست کا وسوسہ کریں گے۔ اور حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ سے بھی اپنی موافقت پر اصرار کرایا اور شاید ان کے دل میں اپنے والد کی بڑھوتری ہو کہ نبی کی نیابت کا حق ادا کرنے کا واہمہ ہو، اس لئے حضور اکرم ﷺ نے ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ والیوں کے ساتھ تشبیہ دی کہ وہ ظاہر میں تو حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا کی موافقت کا اصرار کر رہی تھیں، لیکن درحقیقت ہر ایک اپنی طرف مائل کرنے کا انداز برت رہی تھی۔

صدیق اکبرؓ نے امتثالِ امر کو ترجیح دی :

بعض روایات میں اس جگہ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ اللہ جل شانہٗ اور مسلمان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کو نہیں مانیں گے۔ امتثالِ حکم پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی (اور حضور اکرم ﷺ کے شام وصال تک

Marfat.com

ستره (۱۷) نمازیں ادا فرمائیں۔ اس لئے کہ یہ قصہ جس کا ذکر اوپر سے ہورہا ہے، پنجشنبہ کی شام کا ہے کہ پنجشنبہ کے روز حضور اقدس ﷺ کی طبیعت مبارک زیادہ ناساز رہی اور جمعہ کی شب میں عشاء کے نماز کے وقت یہ تمام گفتگو ہے اور عشاء کی نماز سے حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانا شروع کی اور دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ اس لئے کل ستره (۱۷) نمازیں ہوئیں، جو مسلسل حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور اکرمؐ کے شدّتِ مرض کے ایام میں پڑھائیں۔ بندۂ ناکارہ کے نزدیک چونکہ مرض کی ابتداء اس سے بہت پہلے سے تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے ان ایام میں بھی کبھی کبھی نماز پڑھائی۔ (خصائل)

جن خوش نصیبوں پر حضور ﷺ نے تکیہ فرمایا تھا :

فقال انظروا ...... حضرت بریرہؓ جو آپ ﷺ کی لونڈی تھیں اور حضرت عائشہؓ کی آزاد کردہ کنیز تھیں۔ دوسرے صاحب کا نام نوبہ تھا۔ بعض نے حضرت علیؓ، حضرت قثمؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ کے نام بھی لیئے ہیں۔ یعنی دوسرے شخص کا مصداق ان میں سے کوئی ایک تھا۔ و فی روایة للشیخین خرج بین عباس و رجل آخر وھو علیّ وفی روایة العباس وولده الفضل ' و فی اخرىٰ العباس و أسامة و للدار قطنی أسامة و الفضل و یمکن التوفیق بین الروایات بتعدد خروجه صلی اللّٰه علیه وسلم (مواهب ص ۲۹۰) (اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپؐ حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے شخص کے سہارے نکلے اور وہ حضرت علیؓ تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عباسؓ اور اس کے بیٹے حضرت فضلؓ کے سہارے نکلے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت اسامہؓ کے سہارے اور دار قطنی کی روایت میں ہے کہ حضرت اسامہؓ اور حضرت فضلؓ کے سہارے نکلے۔ اور سب روایات کے درمیان تطبیق کی یہی صورت ممکن ہے کہ آپ ﷺ کا باہر آنا متعدد بار رہوا ہوگا)

آپ ﷺ کا وصال' اُمت کے لئے عظیم صدمہ :

قضی ابوبکر صلواته ' حضرت ابوبکرؓ نے اپنی نماز مکمل کرلی۔ یہ پیر کی صبح کا واقعہ ہے، پھر

Marfat.com

تکلیف میں اضافہ ہوا اور اسی روز چاشت کے وقت وصال فرمایا۔ صحابہؓ کے اوپر یہ سخت وقت جس قدر بھی مشکل اور کٹھن تھا، وہ ظاہر ہے، منافقین اور مخالفین کے فتنے اور حضور اکرم ﷺ کے تیئیس (۲۳) سالہ باغ کی حفاظت اور ان سب کے ساتھ حضور اکرم ﷺ جیسی قدسی ذات کی مفارقت اور اُس محبوب کی جدائی جس کی بدولت گھر بار خویش و اقارب مال و متاع سب لُٹا دیا تھا اور چونکہ آج صبح سے افاقہ کے آثار معلوم ہو رہے تھے، جو درحقیقت سنبھالا تھا نہ کہ افاقہ۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ کے وصال کی خبر کا باوجود بہت مشہور ہو جانے کے بہت سے حضرات کو یقین نہیں آیا، چنانچہ حضرت عمرؓ (جیسے باعظمت اور قوی القلب آدمی بھی بایں فضل و کمال اور بدیں شجاعت و ہمت تحمل نہ فرما سکے اور از خود رفتہ ہو کر برہنہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ (خصائل)

فقال عمر واللہ لا اسمع ...... حضرت عمرؓ فرمانے لگے، واللہ ! آپ ﷺ کا وصال نہیں ہوا، جو بھی آپ ﷺ کے وصال کی بات کرے گا، اس کی گردن اُڑا دوں گا حالات نازک تھے، نزاکت اور سامعین کے سکوت کی وجہ ترجمہ میں بیان کر دی گئی ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو بلایا گیا۔ آپ ﷺ کے جسدِ اقدس کے قریب پہنچے، حتی اکب علیہ تو آپؐ پر جھک گئے، ومسہ (اور اس کو ہاتھ لگایا) جس کی تفصیل گذشتہ حدیث میں آ گئی ہے۔ پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی انک میت وانھم میتون (الزمر:۳۰) (تحقیق تو بھی مرنے والا ہے اور تحقیق وہ بھی مرنے والے ہیں) اس کے بعد کی تمام تفصیلات تحت اللفظ ترجمہ میں آ گئی ہیں۔

نمازِ جنازہ کی نوعیت وتفصیلات :

انصلی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ، اے رفیقِ رسولِ کریمؐ ! کیا ہم حضور ﷺ پر نماز جنازہ پڑھیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں! صحابہؓ نے عرض کیا کس طرح؟ انہوں نے فرمایا ایک گروہ داخل ہو، پس تکبیر کہیں دعا کریں اور درود پڑھیں، پھر وہ باہر چلے آئیں، پھر دوسرا گروہ داخل ہو، یعنی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں لوگ حجرۂ مبارکہ میں جائیں، تکبیر، دعا اور صلوٰۃ پڑھ کر واپس چلے آئیں۔

Marfat.com

نمازِ جنازہ کا یہ طریقہ حضور ﷺ کے لئے خاص تھا۔ اس کی تفصیلات مستدرکِ حاکم اور مسندِ بزار میں موجود ہیں۔ ایک موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے گھر والوں کو حجرۂ عائشہؓ میں اکٹھا کیا تو انہوں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ حضور ! موت تو ہر ذی روح کے لئے برحق ہے، جب آپ کی ذاتِ مبارکہ پر یہ وقت آ جائے، تو مَنْ یُّصَلِّیْ عَلَیْکَ تو آپ کا جنازہ کون پڑھے گا؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم مجھے غسل دے کر تین سفید کپڑوں میں کفن پہنا دو تو مجھے چارپائی پر رکھ دینا، پھر تم تھوڑی دیر کے لئے کمرے سے باہر نکل جانا۔ سب سے پہلے میرا جنازہ مقرب فرشتے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ پڑھیں گے، یعنی جبرائیل علیہ السلام، پھر میکائیل، پھر اسرافیل اور پھر ملک الموت اپنی اپنی جماعتوں کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھیں گے ۔ پھر تم گروہ در گروہ کمرے میں داخل ہو کر فَصَلُّوْا عَلَیَّ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا مجھ پر درود و سلام پڑھنا۔

چونکہ حضرت ابو بکرؓ کو یہ حدیث یاد تھی۔ لہٰذا انہوں نے لوگوں کو بتلایا کہ دس دس کے گروہ میں لوگ کمرے میں داخل ہو کر آپ کا جنازہ پڑھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صحابہؓ میں سے پہلے مردوں نے دس دس کی تعداد میں اندر داخل ہو کر مذکورہ طریقے سے آپ کا جنازہ پڑھا اور پھر اسی طریقے سے عورتوں نے اور پھر بچوں نے۔

جناب قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری لکھتے ہیں :

نماز جنازہ پہلے کنبے والوں نے، پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے، مردوں اور عورتوں نے، پھر بچوں نے ادا کی۔ اس نماز میں کوئی امام نہیں تھا ...... نماز یہ تھی۔ ان اللّٰہ و ملئکته یصلون علی النبی یاایها الذین اٰمنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما ،اللّٰهم ربنا لبیک و سعدیک صلٰوۃ اللّٰہ البر الرحیم . و الملائکة المقربین والنبین والصدیقین والصالحین وماسبح لک من شئی یا رب العلمین علٰی محمد بن عبد اللّٰہ خاتم النبیین و سید المرسلین و امام المتقین ورسول رب العلمین الشاهد المبشر الداعی باذنک السراج المنیر و بارک و سلم (رحمۃ اللعالمین ج۲ص۳۲۶) (بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی کے اوپر اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو اور سلام بھیجو۔ سلام بھیجنا

اے اللہ ہمارے ربّ! ہم بار بار آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ اے ربّ رحیم اے رب العالمین تو اپنا اور مقرب فرشتوں، نبیوں، صدیقین اور نیکوکار اور ہر وہ مخلوق جو تیری پاکی بیان کرے کا درود وسلام پہنچا دے۔ محمد بن عبداللہ خاتم النبیین والمرسلین متقین کے مقتدا اور رب العالمین کے رسول شاہد، مبشر جو آپ کے حکم سے داعی ہیں اور سراج منیر ہیں)

مدفن مبارک :

قال فی المکان الذی قبض اللہ فیہ روحہ ...... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس جگہ آپ ﷺ کا وصال ہوا ہے۔ وہی مدفن ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا وصال پاک جگہ میں کیا ہے۔ علامہ عبدالرؤف تحریر فرماتے ہیں :

اخرج ابن الجوزی فی الوفاء عن عائشة قالت لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختلفوا فی دفنہ فقال لی علی رضی اللہ عنہ انہ لیس فی الارض بقعة اکرم علی اللہ من بقعة قبض فیھا نفس نبیہ قال الشریف السمھودی فھذا اصل الاجماع علی تفضیل البقعة التی ضمت اعضاءہ علی جمیع الارض حتی الکعبة ۔(مناوی ج۲ ص۲۷۲)

یعنی الوفاء میں ابن جوزی تخریج کرتے ہیں کہ امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جس وقت حضور ﷺ کا وصال ہوا تو دفن کرنے کی جگہ پر مختلف آراء پیدا ہوگئیں۔ پس مجھے علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روئے زمین پر اس جگہ سے افضل کوئی مقام نہیں، جہاں اس کے نبی کا وصال شریف ہوا ہو۔ الشریف السمہودی نے فرمایا یہ حدیث اجماع (اُمت) کی اصل ہے۔ اس بات پر کہ تمام روئے زمین حتی کہ کعبۃ اللہ سے بھی وہ جگہ افضل ہے، جہاں حضور اقدس نبی الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے وجودِ مطہر کے اعضاءِ شریفہ لگے ہوئے ہیں۔

غسل کا مرحلہ :

ثم امرھم ان یغسلہ بنو أبیہ ...... پھر ابوبکر صدیق نے اہل بیت اور آپ ﷺ

Marfat.com

کے قریبی رشتہ داروں کو غسل اور تجہیز و تکفین کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ کے غسل میں حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ کے دونوں بیٹے فضلؓ اور قثمؓ، آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اسامہ بن زید اور صالح حبشی شریک تھے۔ بعض محدثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی اجازت سے اوس بن خولی انصاریؓ، سعد بن وقاصؓ کے کنویں سے پانی بھر کر لاتے تھے اور حجرۂ انور میں پہنچاتے تھے۔ حجرۂ انور کا دروازہ بند تھا اور یہ چھ حضرات اندر تھے۔ بیہقی نے دلائل میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اختلاف ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کو کپڑے میں غسل دیا جائے یا دیگر اموات کی طرح برہنہ کر کے نہلایا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُن پر نیم خوابی کا عالم طاری کر دیا کہ انہوں نے اپنی ٹھوڑیوں کو اپنے سینوں پر پہنچا دیا، یعنی اونگھ غالب آ گئی۔ اچانک گھر مبارک کے ایک کونہ سے ایک شخص کی صدا آئی اغسلوا النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم و علیه ثیابه (جمع ج ۲ ص ۲۷۳) یعنی خدا کے پیغمبر کو برہنہ نہ کرو اور اس کے کپڑوں میں ہی اسے غسل دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا فغسلوہ و علیه قمیصه یصبون الماء فوق القمیص (جمع ج ۲ ص ۲۷۳) (پس انہوں نے آپ ﷺ کو غسل دیا قمیص پہنے ہوئے اور اس کے اوپر ہی پانی ڈال رہے تھے)

مسئلہ خلافت اور امیر کا انتخاب :

واجتمع المھاجرون...... مہاجرین نے جمع ہو کر کارِ خلافت چلانے کے لئے انتخابِ امیر کے لئے باہمی مشورہ شروع کر دیا، ادھر انصار بھی سقیفۂ بنی سعد میں جمع ہو کر امیر کے انتخاب پر صلاح مشورہ کر رہے تھے۔ اس مسئلہ پر صحابہ کرامؓ میں کچھ اختلاف بھی ہوا۔ بہر حال جب حفاظتِ اسلام اور رفع اختلافات کے لئے کسی شخص کو مدارِ رائے بنانے کی تجویز شروع ہوئی ۔ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ جب تلوار سونتے ہوئے کھڑے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے، اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے اس مقولہ پر تنبیہ فرمائی اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں کلامِ پاک کی آیت وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ...... ' تلاوت فرمائی، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص محمد ﷺ کی پرستش کرتا ہو تو حضور اکرم ﷺ کا تو وصال ہو چکا، لیکن جو

Marfat.com

شخص اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا ہو، تو اللہ جل جلالہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ لوگ سب کے سب حضرت ابوبکرؓ کے خطبہ کی آواز سن کر منبر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اسی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ دین کی حفاظت کے لئے ایک شخص کی ضرورت ہے، جو اس کی نگرانی کرے اور اس کی حفاظت کرے۔ تم لوگ اپنی اپنی رائے اس بارے میں بتاؤ۔ مہاجرین نے آپس میں مشورہ کیا، پھر یہ تجویز ہوا کہ) انصار کی شرکت بھی اس مشورے میں ضروری ہے۔ ان کی شرکت سے کوئی امر قرار پانا چاہئے۔ اس لئے اُن کی مجلس میں یہ حضرات گئے۔ وہاں یہ مسئلہ پہلے سے چھڑا ہوا تھا۔ انصار نے یہ تجویز کی کہ انصار میں سے ایک امیر مستقل ہو اور مہاجرین میں علیحدہ امیر ہو۔ (اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد الائمة من قریش امیر قریش میں سے ہو نقل کیا)

ابوبکر صدیقؓ کی تین امتیازی خصوصیات :

حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کون ہے وہ شخص جس کے لئے ایک ہی واقعہ میں تین فضیلتیں ہوں، چہ جائیکہ اور فضائل اور پھر یہ تین بھی ایسی کہ جن میں ہر ایک کمالِ فضل پر دال ہو۔

اوّل حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اتحاد وارتباط اور تنہائی کے وقت ساتھ دینا، جس کو حق تعالیٰ شانہٗ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ (دوسرا دو میں کا جس وقت کہ وہ دونوں غار میں تھے سے ارشاد فرما رہے ہیں۔ دوسرے حق تعالیٰ شانہٗ ان کو حضور اکرم کا ساتھی اور رفیق فرما رہے ہیں) اذ قال لصاحبه لاتحزن (جس وقت کہ کہتا تھا اپنے رفیق کو کہ غم نہ کھا) تیسرے اللہ جل شانہٗ کی معیّت کہ حضور اقدسؐ نے اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرمایا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے) اُس وقت حضور اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبرؓ دونوں حضرات وہاں تھے، جن کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے ہمارے ساتھ فرمایا۔ تم ہی بتاؤ کہ وہ دو کون تھے' جن کا آیت میں ذکر ہے، کس قدر بڑی ذات ہے، ان دونوں حضرات کی (یعنی حضور اقدسؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے برابر کون سی ہستی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی گفتگو درمیان میں ہوتی رہی، جو مختلف روایات میں وارد ہوئی ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کی زندگی میں آپؐ کی نیابت فرمائی :

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے انصار کی جماعت تمہیں معلوم ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو مصلّٰے پر کھڑا کیا اور بیماری کے زمانے میں حکماً نماز پڑھوائی۔ تم میں سے کون گوارا کر سکتا ہے کہ ایسے شخص کو امامت سے ہٹائے، جس کو حضور ﷺ نے امام بنایا ہو۔ انصار نے کہا اللہ کی پناہ۔ ہم حضرت ابوبکرؓ کے آگے نہیں بڑھ سکتے) اس کے بعد حضرت عمرؓ نے بیعت کے لئے ہاتھ پھیلا دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ اس کے بعد سقیفہ کے سب لوگوں نے برضا و رغبت بیعت کی۔

یہ ابتدائی بیعت تھی، جو انصار کی مجلس میں ہوئی۔ اس کے بعد دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعتِ عامہ ہوئی، جس میں اوّل حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ جس میں حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بھی تھے اور دیگر اُمور تھے ارشاد فرمائے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم میں کبھی بھی خلیفہ بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ نہ مجھے کبھی اس کی ترغیب ہوئی، نہ کبھی بھی پوشیدگی میں یا علانیہ اس کے حصول کی دعاء کی۔ اپنے انکار پر اُمت میں فتنہ پیدا ہو جانے کے ڈر سے میں نے اس کو قبول کیا ہے۔ مجھے اس میں کوئی راحت نہیں ہے اور جو کام مجھ پر ڈال دیا گیا ہے، میری طاقت سے باہر ہے۔ اللہ ہی کی مدد سے کچھ کام چل سکتا ہے۔ (خصائل)

ایک اعتراض کا جواب :

واجتمع المهاجرون يتشاورون ' معلوم ہوا کہ تاخیر اس مشاورت کی وجہ سے تھا۔ روافض کا کہنا ہے کہ صحابہ کرامؓ خلافت کی فکر میں تجہیز و تکفین سے بے پرواہ ہو گئے۔ طبقات ابن سعد میں بعض روایاتِ منکرہ ایسی منقول ہیں، جن سے ان کے قول کی تائید ہوتی ہے، لیکن کہا جائے گا کہ تجہیز و تکفین تو اہلِ بیت کا کام تھا۔ چنانچہ ان يغسله بنو ابيه (اس کو غسل اس کے خویش و اقارب دے دیں) کا حکم ارشاد فرما چکے تھے۔ صحابہ کرامؓ پر کیا اعتراض ہے۔ صحیح جواب یہ ہے کہ طبقات ابن سعد کی روایات موضوعہ ہیں۔ انتفاخ نعش کی

Marfat.com

نوبت نہیں آئی۔ البتہ تاخیر ضرور ہوگئی جو ہونی چاہئے تھی۔ کما مرّ ...... چونکہ تجہیز و تکفین آخری خدمت تھی۔ جب کہ آپ ﷺ کی زندگی میں صحابہ کرامؓ ہر خدمت میں مسابقت کرتے تھے۔تو اس وقت مجادلہ ہو جاتا بغیر انتخابِ خلیفہ کے قتل و قتال کی نوبت آتی۔ یہ داخلی فتنہ تھا ادھر ملوک عجم مسلمانوں سے خار کھائے بیٹھے تھے۔اس داخلی فتنہ سے خوب فائدہ اٹھاتے ،اس لئے انتخابِ خلیفہ کی طرف توجہ کی گئی۔ بنابریں فقہاء فرماتے ہیں اوّل فریضہ بعد الایمان اقامت خلافت ہے تاکہ اُمورِ ایمانیہ کی حفاظت ہو۔

(۳۸۱/۱۳) حَدَّثَنَا نَصرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الزُّبَیْرِ شَیْخٌ بَاہِلِیٌّ قَدِیْمٌ بَصْرِیٌّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ لَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ کَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ وَاکَرْبَاہُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا کَرْبَ عَلٰی اَبِیْکَ بَعْدَ الْیَوْمِ اِنَّہٗ قَدْ حَضَرَ مِنْ اَبِیْکِ مَا لَیْسَ بِتَارِکٍ مِّنْہُ اَحَدٌ الْوَفَاۃُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں نصر بن علی نے یہ حدیث بیان کی۔وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبداللہ بن زبیر شیخ باہلی قدیم بصری نے بیان کی۔وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ثابت بنانی نے حضرت انس بن مالکؓ سے یہ روایت نقل کی۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب مرض الوفاۃ میں سخت تکلیف برداشت فرمارہے تھے،تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ہائے ابا کی تکلیف۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد تیرے باپ پر کچھ تکلیف نہیں رہے گی۔ بے شک آج تیرے باپ پر وہ اٹل چیز اُتری ہے یعنی موت جو قیامت تک کبھی کسی سے ٹلنے والی نہیں۔

راوی حدیث (۶۶۳) عبداللہ بن الزبیرؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور ﷺ کے وصال پر صحابہؓ غم سے نڈھال ہوگئے :

واکرباہ ...... کرب 'شدت' سختی' تنگی اور تکلیف میں ہونے کو کہتے ہیں۔لفظ

Marfat.com

وا عربی زبان میں اظہارِ افسوس کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مقصود رنج کا اظہار ہوتا ہے
۔علامہ یوسف نبہانیؒ تحریر فرماتے ہیں :

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہؓ غم سے نڈھال ہو گئے۔ بہت سے لوگوں کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ میں نے اپنے کپڑے سے حضور ﷺ کا جسم مبارک ڈھانپ دیا۔ لوگ مختلف باتیں کرنے لگے، کسی نے کہا حضور ﷺ کی رحلت نہیں ہوئی، کسی نے کہا حضور ﷺ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور منافقوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے' ان کا قلع قمع کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا جو یہ کہے گا کہ حضور ﷺ کی رحلت ہو گئی ہے، میں اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ مختلف باتوں سے شور و شغب ہو گیا۔ حضرت علیؓ نڈھال ہو کر گھر بیٹھ گئے۔ عثمان غنیؓ پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا، لوگ کوئی بات پوچھتے تو ہاتھ کے اشاروں سے جواب دیتے۔ مصیبت اور غم واندوہ کے اِس طوفان میں جس کو اپنے ہوش وحواس پر مکمل قابو تھا، وہ صِرف حضرت ابوبکرؓ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر حضرت ابوبکرؓ کی مدد فرمائی اور انہیں ثابت قدم رکھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ آیت لوگوں کو پڑھ کر سنائی تو لوگ مطمئن ہو گئے

۔ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَ اِنَّھُم مَّیِّتُوْنَ ، ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (الزمر ۳۰،۳۱)
(تحقیق تو بھی مرنے والا ہے اور تحقیق وہ بھی مرنے والے ہیں، پھر تحقیق تم دن قیامت کے نزدیک پروردگار اپنے کے جھگڑو گے) (وسائل الوصول)

(۳۸۲/۱۴) حَدَّثَنَا اَبُوْ الْخَطَّابِ زِیَادُ بْنُ یَحْیَی الْبَصْرِیُّ وَ نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّہِ بْنُ بَارِقِ الْحَنَفِیُّ قَالَ سَمِعْتُ جَدِّیْ اَبَا اُمِّیْ سِمَاکَ بْنَ وَلِیْدٍ یُحَدِّثُ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ یُحَدِّثُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھِمَا الْجَنَّۃَ فَقَالَتْ لَہٗ عَائِشَۃُ فَمَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِکَ قَالَ وَ مَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطٌ یَامُوَفَّقَۃُ قَالَتْ فَمَنْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِکَ قَالَ فَاَنَا فَرَطٌ لِّاُمَّتِیْ لَنْ یُّصَابُوْا بِمِثْلِیْ .

Marfat.com

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوالخطاب زیاد بن یحیٰی بصری اور نصر بن علی نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم کو عبدربہ بن بارق حنفی نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے نانا سماک بن ولید کو کہتے ہوئے سنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے دو بچے ذخیرۂ آخرت بن جائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ اُن کی بدولت اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! جس کا ایک ہی بچہ ذخیرہ بنا ہو، اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا ایک ہی بچہ چل دیا ہو، وہ بھی بخش دیا جائے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ جس کا ایک بھی نہ مرا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے میں ذخیرۂ آخرت بنوں گا۔ اس لئے کہ میری وفات کا رنج آل و اولاد سب سے زیادہ ہوگا۔

راویان حدیث (۶۶۴) ابوالخطاب زیاد بن یحیٰیؒ (۶۶۵) عبدربہ بن بارق الحنفیؒ اور (۶۶۶) جدی ابا امی سماک بن الولیدؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظِ فرط کا معنیٰ :

عن ابن عباس ...... مضمونِ حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

فرط ' بچے کا معصومیت کے زمانہ میں انتقال ہونا، قافلہ پہنچنے سے قبل ایک شخص کا مقررہ مقام پر پہنچ کر پانی اور چارے کا بندوبست اور انتظام کرنا ، وھو السابق الی محل لابد مِن الوصول الیہ لیھیّء المنزل و یزیل ما یخاف منہ و یأخذ الامن فیہ للمتأخر عنہ فھو بمعنیٰ فاعل (مناوی ج ۲ ص ۲۸۱)

(علامہ مناویؒ فرط کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کسی شخص کا ایسے مقام کی طرف پہلے پہنچ جانا تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے محفوظ جگہ اور دوسرے ضروریاتِ زندگی کا مکمل انتظام کر دے تو فرط بمعنیٰ فارط اسم فاعل کے ہوگا)

Marfat.com

فوت ہونے والے چھوٹے ذخیرۂ آخرت بنیں گے :

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں :

جس شخص کے میری اُمت سے دو چھوٹے بچے فوت ہو جائیں، یعنی حضور ﷺ کے اُمتی میں سے کسی کے دو چھوٹے بچے مر جائیں، تو یہ دونوں اس کے لئے آخرت کا ذخیرہ ہوں گے۔ یہ اس شخص کی سفارش کریں گے اور اس کی بخشش کا ذریعہ ہوں گے۔ ان کی بدولت یہ جنت میں جائے گا۔ گویا اس کے دخولِ جنت کا یہ بچے وسیلہ بنیں گے۔ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے استفسار پر تو اس شفیقِ اُمت ﷺ نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اگر ایک چھوٹا بچہ فوت ہوا، تو وہ بھی ذخیرہ بن جائے گا۔ نیز اُمت میں وہ لوگ کہ جن کا کوئی چھوٹا بچہ فوت نہ ہوا ہو، تو ان کے متعلق ارشاد ہے کہ ان کے لئے میں ذخیرۂ آخرت ہوں حدیث شریف میں ہے : انا فرطکم علی الحوض (جمع ج ۲ ص ۲۸۱) میں حوضِ کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں۔ یعنی پہلے جا کر تمہارے لئے تمام سہولت اور آرام کا انتظام کرنے والے والا ہوں۔ اس لئے پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اپنی اُمت کو تعلیم دی کہ جب تمہارا چھوٹا بچہ فوت ہو جائے، تو اس کی نمازِ جنازہ میں یہ دعا پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا۔ (جمع ج ۲ ص ۲۱۸) یا اللہ! اس بچہ کو ہمارا پیش خیمہ بنا۔ یعنی یہ جو ہم سے آگے آیا ہے، اس کو آخرت میں کام آنے کے لئے ہمارے لئے اجر و ثواب بنا یا ہمارا سفارشی بنا دے۔ ایک حدیث شریف میں ہے صغیر سن بچہ جو گذر گیا ہوا پنے ماں باپ کی سفارش کرے گا

حضور اقدس ﷺ کی جدائی سب سے بڑا صدمہ ہے :

انا فرط لامتی ...... میرے وصال کا رنج آل اولاد سب سے زیادہ ہو گا یعنی میری اُمت کو میرا یہ دنیاوی فراق ناقابلِ قبول ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی کرے۔ حضرت احمد عبد الجواد الدومی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

وكان الرجل من اهل المدينة الشريفة اذا اراد ان يعزى اخاه عزاه في

Marfat.com

النبی قبل ای یعزیه فی مصیبته (اتحافات ص ۴۰۰) (مدینہ شریف کے لوگوں میں سے جب کوئی اپنے بھائی مسلمان کی کسی مصیبت وغیرہ میں تعزیت کے لئے جاتا۔ تو اس مصیبت کی تعزیت سے پہلے حضور ﷺ کے وصال وفراق کی مصیبت کی تعزیت اس کے ساتھ کرتا)

یقیناً حضور اکرم ﷺ کی جدائی ایسی ہی چیز ہے کہ ماں باپ اعزّہ احباب بیوی اولاد ہر شخص کی جدائی اور موت حضور اکرم ﷺ کی جدائی اور وفات کے مقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اسی لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی کرے یعنی یہ سوچے کہ جب حضور اقدس ﷺ کی مفارقت پر صبر کرلیا تو اس کے مقابلہ میں یہ کیا حقیقت رکھتی ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مصائب شدیدہ میں سے اتنی شدید ترین مصیبت ہے کہ اس پر کبھی صبر و برداشت ہو بھی نہیں سکتا اور جب اُمت نے یہ صدمہ شدیدہ برداشت کرلیا (اور نہ کرنا نہیں چاہئے تھا) تو یہ معمولی مصائب کو بھی برداشت کرلینا چاہئے۔

ایک شاعر نے تو اس سلسلہ میں اس حد تک بھی کہہ دیا کہ ....

والصبر یحمد فی المصائب کلها
الا علیک فان مذ موم

(مناوی ج ۲ ص ۲۱۸)

(اور صبر محمود ہے ہر قسم کے مصائب میں مگر آپ ﷺ (کی مفارقت جدائی) پر مذموم ہے)

Marfat.com

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ مِیْرَاثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب ! حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کے بیان میں

(۳۸۳/۱) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا حُسَیْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِیْلُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِیْ جُوَیْرِیَۃَ لَہٗ صُحْبَۃٌ قَالَ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِلَّا سَلَاحَہٗ وَ بَغْلَتَہٗ وَ اَرْضًا جَعَلَھَا صَدَقَۃً ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن منیع نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حسین بن محمد نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسرائیل نے ابی اسحٰق کے حوالے سے یہ روایت بیان کی اور انہوں نے اسے صحابی رسول اور امّ المؤمنین جویریہؓ کے بھائی عمرو بن الحارثؓ (المصطلقی) سے نقل کی۔

عمرو بن الحارث جو امّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں، کہتے ہیں کہ حضوراقدسؐ نے اپنے ترکہ میں صرف ہتھیار اور اپنی سواری کا خچر اور کچھ حصہ زمین کا چھوڑا تھا اور ان کو بھی صدقہ فرما گئے تھے۔

راویان حدیث (۶۶۷) حسین بن محمدؒ اور (۶۶۸) عمرو بن الحارثؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضوراقدس ﷺ کی وراثت :

قال ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ...... میراث' ترکہ' میت کا چھوڑا ہوا مال خواہ کسی بھی صورت میں ہو۔ اس باب میں حضور سرورِ کون و مکان، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ترکہ کا بیان ہے۔ حضوراقدس ﷺ کا سب کا سب ترکہ صدقہ ہے۔ اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت متفق ہیں۔ آنجناب ﷺ کے ترکہ

Marfat.com

میں ہتھیار، ایک سفید خچر اور کچھ زمین تھی جو کہ صدقہ فرما دی۔ اسلحہ، خود، نیزہ، تلوار اور زرہ پر مشتمل تھا۔ شیخ احمد عبد الجواد الدومیؒ تحریر فرماتے ہیں :

و فی الباب سبعة احادیث و منه ندرک ان هذا الرسول العظیم قد ودع الدنیا بمثل ماجاء ها لم یکنز الاموال و لم یترک القصور ، انما کان عف الید و اللسان ، طاهر النفس و القلب ، نظیف السیرة والثیاب ، مسکینا من المساکین و نفسه اعلیٰ من نفوس الملوک و تلامیذه اساتذة العالمین ، ولقد انتقل الی الرفیق الاعلیٰ و لم یترک شیئا من الحطام الفانی ، و انما ترک لنا ما ان تمسکنا به لن نضل بعده ابدا : کتاب اللّٰه و سنة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم. یاامة الاسلام : ان میراث نبیکم فی کتاب اللّٰه والسنة الهادیة فحافظوا علیهما تکونوا من الصالحین (اتحافات ص ۴۰۵) یعنی اس باب میں سات احادیث ہیں۔ ان احادیث سے ہم سمجھے ہیں کہ اس عظیم شان والے رسول نے دنیائے فانی کو اس حالت میں چھوڑا ہے جس حالت میں پایا تھا۔ نہ تو دولت کے ڈھیر لگائے اور نہ ہی اپنے بعد محلات چھوڑے، اس میں کوئی شک نہیں۔ آنجناب ﷺ کے ہاتھوں اور زبان سے عفت اور پاکیزگی ظاہر ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کا نفس پاک، دل مقدس، سیرت عمدہ اور کپڑے ستھرے تھے، اگر چہ آنحضور ﷺ کا وجودِ اقدس تمام مسکینوں میں سے ایک مسکین جیسا تھا، لیکن شان یہ تھی کہ دنیا کے تمام شہنشاہوں سے ارفع و اعلیٰ، اور آپ کے شاگرد یعنی صحابہ کرامؓ تمام دنیا کے اساتذہ تھے۔ اور یقیناً جس وقت حضور ﷺ محبوبِ حقیقی سے واصل ہوئے، اس وقت حقیر و فانی دنیا کی کوئی چیز نہیں چھوڑی، اور در حقیقت ہمارے لئے ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر ہم اس کو مضبوطی سے پکڑ لیں تو کبھی بھی گمراہ نہ ہوں گے اور وہ قرآنِ مجید اور سنّتِ رسولِ کریم ﷺ ہے۔ اے ملتِ اسلامیہ ! بیشک آپ کے نبی کریم ﷺ کی میراث قرآنِ مجید اور سنت ہے جو کہ ہدایت کے راستے پر پہنچا دیتی ہے۔ پس ان دونوں چیزوں کی حفاظت کرو تو صالح بن جاؤ گے۔

ترکۂ انبیاء کے وارث نہ ہونے کی حکمتیں :

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں :

Marfat.com

باب کی سب احادیث کا حاصل یہی ہے کہ آپ ﷺ کا جملہ متروکہ مال صدقہ ہے۔ وہ وارثوں پر تقسیم نہیں ہوگا۔ یہ علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی عالم کا بھی اہلِ سنت والجماعت میں سے خلاف نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ترکہ میں وراثت نہ تھی۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم حضور اقدس ﷺ کے ساتھ خاص تھا یا تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حکم ہے۔ جمہور علماء کی یہی رائے ہے کہ تمام انبیاء کا یہی حکم ہے کہ ان کے متروکہ مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اس کی وجوہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں، اور متعدد وجوہ ہونے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے۔ مختصراً چند وجوہ لکھی جاتی ہیں۔

(۱) انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی ملک باقی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کی بیویوں سے کسی کے نکاح کرنے کی قرآن پاک میں صاف لفظوں میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

(۲) نبی کی کوئی چیز زندگی میں بھی ملک نہیں ہوتی۔ وہ متولیانہ تصرف کرتے ہیں۔ صوفیہ کرامؒ میں بھی یہ مقولہ مشہور ہے، **الصوفی لایملک** صوفی مالک کسی چیز کا نہیں ہوتا۔ یہ مطلب نہیں کہ شرعاً مالک نہیں ہوتا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ان ناپائیدار چیزوں کو اپنی نہیں سمجھتا۔

(۳) دنیا کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے اور نبی اللہ کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تصرف کرتا ہے

(۴) اگر انبیاءؑ کے مال میں میراث جاری ہو، تو احتمال ہے کہ کوئی بدنصیب وارث مال کی طمع میں نبی کی ہلاکت کا ذریعہ بنے یا تمنا کرے اور دونوں چیزیں اس کی بربادی کا سبب ہوں گی۔

(۵) لوگوں کو یہ واہمہ نہ گزرے کہ نبوت کا دعویٰ مال جمع کرنے کے واسطے اور اپنے اہل وعیال کو مالدار چھوڑ کر جانے کے واسطے ہے۔

(۶) مال کے زنگ اور میل کچیل سے ان کی قدسی ذات کو محفوظ رکھنا اس کی وجہ ہے۔

(۷) نبی تمام اُمت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے، لہٰذا اس کا مال تمام اولاد کا مال ہے' وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے احکامات کی حکمتیں بے نہایت ہوتی ہیں۔ آدمی اپنی اپنی سمجھ کے موافق حکمتوں کا بیان کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ نہ معلوم کتنی حکمتیں اللہ کے علم میں ہیں۔ (خصائل)

(۲/۳۸۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَتْ فَاطِمَةُ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَتْ مَنْ یَّرِثُكَ فَقَالَ اَهْلِیْ وَوَلَدِیْ فَقَالَتْ مَالِیْ لَا اَرِثُ اَبِیْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ وَلٰكِنِّیْ اَعُوْلُ مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْلُهٗ وَ اُنْفِقُ عَلٰی مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُنْفِقُ عَلَیْهِ.

ترجمہ: امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مثنیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابوالولید نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حماد بن سلمۃ نے محمد بن عمرو کے واسطہ سے یہ روایت بیان کی انہوں نے یہ روایت ابوسلمۃ سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا کہ تمہارا کون وارث ہوگا؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے اہل وعیال۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، پھر میں اپنے والد ﷺ کے متروکہ کی وارث کیوں نہیں بنی؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ البتہ (میں وقف کا متولی ہونے کی وجہ سے) جن لوگوں کا روزینہ حضور اقدس ﷺ نے مقرر فرما رکھا تھا، اُس کو میں بھی ادا کروں گا اور جن لوگوں پر حضور اقدس ﷺ خرچ فرمایا کرتے تھے، اُن پر میں بھی خرچ کروں گا۔

سیّدہ فاطمہؓ کے سوال کا منشاء اور تفصیلی جواب:

فقالت من یرثک ' یعنی جب آپؓ کا وصال ہو جائے گا تو آپؓ کا وارث کون ہوگا ' تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا، میرے گھر والے اور میری اولاد میری وارث

Marfat.com

ہوگی۔ تو سیدہ فاطمہؓ نے عرض کیا کہ پھر میں کیوں اپنے والد ﷺ کی وارثہ نہیں بن سکتی۔ حضرت فاطمہؓ نے استدلال اس لئے کیا تھا کہ اسے علم ہوگیا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی وراثت نہیں چلے گی۔ اس لئے جواب میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے خود رسول اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ہماری وراثت نہیں ہے' یعنی ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا، بلکہ تمام سامان اُمت کی ملکیت ہوتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا جمیع ترکہ :

جبکہ حضور اقدس ﷺ تو کچھ چھوڑ کر بھی نہیں گئے تھے۔ عمرو بن الحارث سے روایت ہے کہ ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موته دیناراً ولا درهما ولاعبدا ولا أمة ولاشيئًا الا بغلة البيضاء و سلاحه و ارضاً جعلها صدقة (بخاری کتاب الوصایا) حضور اقدس ﷺ نے اپنے وصال کے وقت نہ تو کوئی دینار چھوڑا، نہ درھم، نہ غلام، نہ لونڈی، نہ کچھ اور مگر ایک سفید خچر اور کچھ اسلحہ اور کچھ زمین جسے حضور اقدس ﷺ نے صدقہ کردیا۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کا ارشاد ہے، ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم دیناراً ولادرهماً و لابعيرا ولاشاة (ابوداؤد) یعنی آپ ﷺ نے نہ تو کوئی دینار چھوڑا' نہ درھم' نہ اونٹ نہ بکری۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے، لانورث ماتركنا صدقة ۔ (بخاری' کتاب الجہاد) یعنی ہم انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے مسئلہ شرعی کی وضاحت کردی :

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ تحریر فرماتے ہیں :

بظاہر فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ خیال فرماتی تھیں کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کے مال کو ترکہ میراثی قرار نہیں دیا گیا۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا بھی کوئی وارث ہوگا یا نہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرعی مسئلہ کے موافق جواب مرحمت فرمادیا، ورنہ ان کی اپنی وصیت کے موافق جس میں

Marfat.com

انہوں نے فرمایا کہ اس مال کو بیت المال میں واپس کر دینا۔ اُس کے موافق حضرت ابو بکرؓ کا بھی کوئی وارث نہیں ہوا۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ مشہور حدیث ہے، جو مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے۔ بعض روایات میں اتنا ہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا، بعض روایات میں ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مسوّٰی میں لکھا ہے۔ یہ مضمون کہ حضور اکرم ﷺ کا کوئی وارث نہیں ہے۔ دس صحابہؓ سے زیادہ حضرات سے منقول ہے (خصائل)

انبیاء کے عیال کے نفقہ کا مسئلہ :

ولکن اعول ...... انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور پر علامہ سیوطیؒ نے انتباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء اور امام بیہقیؒ نے بھی حیات الانبیاء پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ اب انبیاء علیہم السلام کے زندہ فی القبور ہونے کا معنی اگر یہ ہے کہ ان کی روح زندہ ہے تو وہ ہر شخص کو حاصل ہے، کیونکہ منکر نکیر سے مکالمہ ہوتا ہے، تو اعادہٗ روح اور حیات روح فی البرزخ مشترک ہوئی۔ اس میں انبیاء علیہم السلام کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اگر حیات دینوی مراد ہے، تو پھر اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ (تحقیق تو بھی مرنے والا ہے اور تحقیق وہ بھی مرنے والے ہیں) کے کوئی معنی نہیں، آج اگر کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو آپؐ کے پاس فیصلہ نہیں لے جایا جا سکتا، تو حیات دینوی پر موت کا طریان ہوا ہے۔ تو کہا جائے گا حیات کلی مشکک ہے۔

(۱) حیات عنصری جس میں اتصال الروح بالجسد ہے، کہ ایک کے بغیر دوسرا بیکار ہوتا ہے۔ اس حیات عنصری کو موت فنا کر دینے والی ہے۔

(۲) حیاتِ برزخی وہ بھی ہر ایک کو حاصل ہے۔

(۳) حیاتِ اخروی یہ بھی سب کو حاصل ہوگی۔ تو نوع کے اعتبار سے اشتراک ہوا، مگر اشخاص کے اعتبار سے خصوصیت ہے کہ عالم برزخ میں جو حیات انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے، وہ اور کسی کو حاصل نہیں۔ جیسے ایک پہلوان کی زندگی اور مدقوق کی زندگی میں تفاوت ہوتا ہے۔ ایسے انبیاء علیہم السلام کو عالم برزخ میں اعلیٰ درجہ کی زندگی دی گئی اور دوسرے درجہ

Marfat.com

کی زندگی شہداء کو عطا کی گئی کہ جس کے اثر سے ان کا بدن محفوظ رہتا ہے۔ ان شہداء کی زندگی کا اثر عالم احکام میں کوئی نہیں ہوتا۔ ان کی میراث تقسیم کی جاتی ہے۔ عدّت کے بعد ان کی بیوگان سے نکاح کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے ابدان محفوظ ہیں، ان کے اموال میں میراث جاری نہیں ہوتا۔ ان کی ازواج سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے اور ان کے عیال کا نفقہ انبیاء پر واجب ہوتا ہے، جوان کا نائب ادا کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں، اعول علی من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعولہ‘...... الخ (جن لوگوں کا روزینہ حضور ﷺ نے مقرر فرما رکھا تھا اس کو میں ادا کروں گا)

(۳/۳۸۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ کَثِیْرِ الْعَنْبَرِیُّ اَبُوْغَسَّانَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِی الْبُخْتَرِیِ اَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِیًّا جَآءَ ا اِلٰی عُمَرَ یَخْتَصِمَانِ یَقُوْلُ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لِصَاحِبِهٖ اَنْتَ کَذَا اَنْتَ کَذَا فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَ الزُّبَیْرِ وَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَ سَعْدٍ اَنْشُدُکُمْ بِاللّٰهِ اَسَمِعْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُلُّ مَالِ نَبِیٍّ صَدَقَةٌ اِلَّا مَا اَطْعَمَهٗ اِنَّا لَانُوْرَثُ وَ فِی الْحَدِیْثِ قِصَّةٌ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے یحییٰ بن کثیر عنبری ابوغسان نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو شعبہ نے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے اسے عمرو بن مرۃ سے ابوالبختری کے واسطہ سے نقل کیا۔ ابوالبختری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اُن کے پاس تشریف لائے۔ ہر ایک دوسرے پر اعتراض کر رہا تھا اور اس کو انتظام کے ناقابل بتا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اکابر صحابہ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، ان سب حضرات کو متوجہ فرما کر یہ فرمایا کہ تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم سب نے حضور اکرم ﷺ سے یہ نہیں سنا کہ نبی کا تمام مال صدقہ ہوتا ہے۔ بجز اس کے جو وہ اپنے اہل کو کھلائے۔ ہم انبیاء کی

Marfat.com

جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔
راویان حدیث (۶۶۹) یحییٰ بن کثیر العنبری ؒ اور (۶۷۰) ابی البختری ؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عباس ؓ اور حضرت علی ؓ کی باہمی خصومت کی حقیقت :

یختصمان ...... شبہ ہوتا ہے کہ یہ کبار صحابہ ؓ کیسے جھگڑا کر رہے ہیں کہ گالی گلوچ تک نوبت پہنچ گئی۔ بعض حضرات نے تو اس روایت کا انکار کر دیا، مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عباس ؓ حضرت علی ؓ کے چچا ہیں۔ چچا بھتیجے کو کوئی سخت کلمہ کہہ دے تو اس کے لئے جائز ہے، کسی دوسرے کو اس کا حق نہیں پہنچتا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے سلوک کیا۔ جس پر لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِي (میری داڑھی کو نہ پکڑ) کہنا پڑا۔ اس لئے حضرت شاہ عبد العزیز ؒ محدث دہلوی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے، کہ اگر حضرت امیر معاویہ ؓ نے حضرت علی ؓ کو کوئی سخت اور ثقیل کلمہ کہہ دیا تو وہ آپس میں بھائی تھے۔ ایک دوسرے کی اصلاح کے لئے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ہمیں اجازت نہیں کہ ہم ان میں سے کسی کے متعلق کچھ کہیں۔ (بلکہ یوں سمجھئے کہ یہ از قبیلہ حسنات الابرار سیئات المقربین (نیکوکار لوگوں کی نیکیاں اللہ کے مقرب بندوں کی سیئات شمار ہوتی ہیں) کے ہے)۔

ابو داؤد کی روایت :

وفی الحدیث قصة 'امام ترمذی ؒ کا مقصود صرف میراث نہ ہونے کا ذکر تھا۔ وہ حاصل ہو گیا تھا۔ اس لئے پورا قصہ طویل ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔ امام ابو داؤد ؒ نے اس کو ذرا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور تھوڑا سا ذکر کرنے کے بعد مالک بن اوس ؓ کی حدیث پر جو نمبر ۶ پر آ رہی ہے، حوالہ کر دیا۔ اس لئے کہ مالک بن اوس ؓ کی روایت مشہور تھی۔ حدیث کی سب کتابوں میں کثرت سے ذکر کی گئی۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور خود ابو داؤد شریف میں مفصل مذکور تھی۔ اس لئے ایک قصہ کو پورا کا پورا ہر جگہ ذکر کرنا تطویل کا سبب تھا۔ ابو داؤد شریف کی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو البختری ؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک

Marfat.com

شخص سے ایک حدیث سنی، جو مجھے بہت پسند آئی۔ میں نے اُن سے درخواست کی کہ یہ حدیث مجھے لکھ کر دیجئے، تو وہ ایک نہایت پختہ تحریر لائے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص غالباً مالک بن اوسؓ ہی ہیں۔ اُس تحریر میں یہ لکھا تھا کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے پاس اُس وقت حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پہلے سے موجود تھے۔ وہ دونوں حضرات یعنی حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ آپس میں جھگڑ رہے تھے، یعنی ایک دوسرے کو بدنظمی کا الزام دے رہے تھے

حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہؓ وغیرہ چاروں حضرات کو مخاطب بنا کر یہ دریافت فرمایا کہ تم لوگ یہ نہیں جانتے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے، مگر وہ مال جو وہ اپنے اہل وعیال کو کھلائے یا پہنائے۔ اس لئے کہ ہم لوگوں کا (یعنی انبیاء علیہم السلام کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ان چاروں حضرات نے اقرار کیا کہ بیشک حضور اکرم ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پس حضور اقدس ﷺ اپنی حیات میں اس میں سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے رہے اور جو بچ جاتا تھا، اس کو صدقہ کر دیتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے اور اپنی دوسالہ زندگی میں وہی عمل درآمد کرتے رہے، جو حضور اقدس ﷺ کا معمول تھا۔ اس کے بعد امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ مالک بن اوسؓ کی حدیث کے قریب قریب آگے سارا قصہ ہے

اصل مسئلہ :

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں :

یہ وہی واقعہ اور اس کی بعض تفصیلات ہیں، جس کی وجہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان میں زمین اور باغات کی مشترکہ تولیت ہونے کی وجہ سے اکثر اختلاف رائے رہتا تھا۔ یہ حضرات چاہتے تھے کہ یہ تولیت ان دونوں میں تقسیم کر دی جائے تا کہ وہ اپنی اپنی تولیت والی جائیداد کا اپنی صوابدید کے مطابق خود انتظام کر سکیں، مگر حضرت عمرؓ نے پہلے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم وراثت کو ثابت کیا اور پھر تولیت کو تقسیم کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ اگر آج تولیت کو تقسیم کر دیا گیا تو ممکن ہے کل کو تمہاری

Marfat.com

اولا دیں اس کو وراثت کے طور پر تقسیم کر لیں گے۔ اوقاف کے سلسلہ میں اس قسم کے واقعات دنیا میں پیش آتے رہتے ہیں۔ الغرض! حضرت عمرؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترکہ کی تولیت کی تقسیم کی اجازت بھی نہیں دی۔ اس حدیث میں جھگڑا وراثت کی تقسیم کا نہیں تھا، بلکہ تولیت کی تقسیم کا تھا۔ حضرت عمرؓ نے صاف کہہ دیا کہ اگر تم قریبی رشتہ دار ہونے کی حیثیت سے اس مشترکہ تولیت کو نبھا سکتے ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ میں کسی دوسرے شخص کو متولی مقرر کر دیتا ہوں۔ اسی مضمون کی روایت آگے نمبر ۶ پر بھی آ رہی ہے۔

(شمائل ترمذی ج ۲ ص ۶۷۳)

(۲۸۶/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِیْسٰی عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَانُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے صفوان بن عیسیٰ نے اسامہ بن زید سے جنہوں نے زہری کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عروۃ سے اور انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے نقل کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم انبیاء کی جماعت جو مال چھوڑتی ہے، وہ صدقہ ہوتا ہے۔

قال لا نورث ...... ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔ شیخ عبدالرؤفؒ تحریر فرماتے ہیں :

قال الحافظ ابن حجر الذی یظهر ان ما ترکه النبیؐ بعده من جنس الاوقاف المطلقة ینتفع بها من یحتاج الیها و تقر تحت یدمن یؤتمن علیها و لهذا کان له عند سهل قدح و عند انس آخر و عند عبد الله ابن سلام آخر، و کان الناس یشربون منها تبرکا و کانت جبة عند اسماء بنت ابی بکر الیٰ غیر ذالک مما هو معروف (مناوی ج۲ ص ۲۸۶)

Marfat.com

یعنی حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں جو بات اس سے ثابت ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ حضور نبی کریمؐ کے وصال شریف کے بعد جو چیز رہ گئی ہے، وہ محض وقف تھی، جو اس کا محتاج ہوتا تھا، وہ اس سے نفع حاصل کرتا، نیز وہ چیز اسی کے قبضہ میں رہی، جو امانت سمجھ کر استعمال کرتے تھے۔ اسی واسطے حضرت سہلؓ کے پاس ایک پیالہ تھا۔ حضرت انسؓ کے پاس ایک دوسرا پیالہ تھا، اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے پاس ایک تیسرا پیالہ تھا اور صحابہ کرامؓ اور دیگر حضرات ان پیالوں میں...... (پانی) ...... یا...... اپنی دیگر اشیاء ڈال) ڈال کر بطور تبرک پیتے تھے اور اسماء بنت ابی بکرؓ کے پاس حضور پاک ﷺ کا جبّہ مبارک تھا۔ ان معروف اشیاء میں سے یہ مشہور چیزیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۳۸۷/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايَقْسِمُ وَرَثَتِیْ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَآئِیْ وَ مَؤُنَةِ عَامِلِیْ فَهُوَ صَدَقَةٌ

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے سفیان نے ابوزناد سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت اعرج سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضواقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ورثہ دینار اور درہم تقسیم نہ کریں۔ میرے ترکہ سے میرے اہل و عیال کا نفقہ اور میرے عامل کا نفقہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہے۔

نہی اور نفی کی صورت میں مراد کی تعیین :

قال لایقسم ورثتی ...... یا تو نہی ہے کہ میراث تقسیم نہ کیا جائے یا نفی ہے کہ ہم اتنا مال نہیں چھوڑیں گے، جس کو تقسیم کیا جاسکے۔ بعد نفقۃ نسائی یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی اور مؤنتہ عاملی سے خلیفہ کی تنخواہ مراد ہے کہ ہر عامل کی مؤنتہ ہے کہ وہ اپنے کام کے مطابق بیت المال سے خرچہ لے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو زمینوں کی پیداوار جمع کرکے

Marfat.com

لانے والا ہو۔

مولانا محمد زکریاؒ کی مزید توضیح :

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اسی بات کو مزید وضاحت سے تحریر فرماتے ہیں :

عامل سے مراد وہ شخص بھی بتلایا ہے، جو حضور اکرم ﷺ کے بعد خلیفۂ وقت ہونے والا ہے اور وہ بھی کہا گیا ہے، جو زمینوں کی پیداوار جمع کر کے لانے والا ہو۔ یعنی ان زمینوں کا منتظم اور نگران ہو۔ دونوں محتمل ہیں کہ خلیفہ کی تنخواہ بھی بیت المال کے ذمہ ہے اور ہر وقت کے نگران اور منتظم کو اُس وقف سے حق الخدمت لینے کا حق ہے۔ دینار و درہم کی تخصیص مقصود نہیں ہے۔ تمثیل کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے، جیسا کہ یہ کہہ دیا جائے کہ روپیہ پیسہ تقسیم نہ کریں کہ اور چیزیں بطریق اولیٰ داخل ہو گئیں۔ یا یہ کہا جائے کہ تقسیم ہمیشہ قیمت لگا کر ہوتی ہے، جو روپیہ پیسہ ہی کی طرف لوٹ آئے (خصائل)

(۳۸۸/۶) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عُمَرَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَ طَلْحَةُ وَ سَعْدٌ وَجَآءَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَخْتَصِمَانِ فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ اَنْشُدُكُمْ بِالَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَانُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ فَقَالُوا اللّٰهُمَّ نَعَمْ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حسین بن علی خلال نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے بشر بن عمر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت مالک بن انس سے زہری کے واسطہ سے سماعت کی۔ انہوں نے یہ روایت مالک بن اوس سے سنی۔ مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ان کے پاس عبدالرحمن بن عوفؓ اور طلحہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ بھی تشریف لائے۔ (اُس کے تھوڑی دیر بعد) حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ جھگڑتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت عمر

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے ان سب حضرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اُس ذاتِ پاک کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا تمہیں حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا علم ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، جو کچھ ہم ترکہ چھوڑ جاتے ہیں، وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ اُن سب حضرات نے فرمایا کہ بیشک یہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے۔

راویان حدیث (۶۷۱) حسن بن علی الخلال رحؒ (۶۷۲) بشر بن عمر رحؒ اور (۶۷۳) مالک بن اوس بن الحدثان رحؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض اعتراضات کے جوابات :

فقالوا اللهم نعم ...... روافض تو کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے ڈر سے **اللهم نعم** کہا اور تقیہ کیا، مگر جس ذات کو یہ لوگ **بعد الانبياء افضل الناس** اور **اشجع الناس** کہتے ہیں، وہ محض اپنی جان کے خوف سے نبی کریم ﷺ پر کیسے تہمت باندھ سکتے ہیں۔ جب کہ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (جس نے میرے اوپر قصداً جھوٹ باندھا پس وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے) کا فرمان بھی پیش نظر ہو۔ بالخصوص ایک صحابی کی تو یہ شان نہیں ہے کہ کسی سے ڈر کر وہ آنحضرت ﷺ پر افتراء پردازی کرے۔ چنانچہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کا واقعہ ہے کہ وہ دہلی سے پیدل چل کر لکھنو گئے۔ منادی کرا کر تقریر کرنے لگے تو درمیان میں ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ یہ شخص تنِ تنہا دہلی سے چل کر تمہاری شان وشوکت کے دور میں تقریر کر رہا ہے کہ کیا حضرت علیؓ اس سے بھی گئے گزرے تھے۔ تو اب حضرت علیؓ ایسے ہیں، جیسے خوارج کہتے ہیں یا کم از کم جیسے اہل سنت آپ کو چوتھے نمبر پر رکھتے ہیں، تو اس نے کہا میرے قلب پر یہ خطرہ گزرا ہے، کوئی اس کا حل بتائے، تو اس پر سو (۱۰۰) قریب آدمیوں نے موافقت کی اور حضرت شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

الحاصل ! جب حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو یہ حدیث معلوم تھی، تو پھر

Marfat.com

حضرت ابو بکرؓ سے کیوں مطالبہ کیا۔ بعدازاں دوسری مرتبہ حضرت عمرؓ سے مطالبہ کرنے کے کیا معنی ہیں۔ جواب یہ ہے کہ حدیث تو ان کو یقیناً معلوم تھی، مگر بظاہر وہ اس حدیث کو مخصوص سمجھتے تھے۔ مثلاً دنانیر کے ساتھ جس کی بناء پر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سوال کیا اور اس کے بعد دوبارہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ان سے سوال اس خیال سے ہو کہ شاید حضرت عمرؓ کی رائے ان دونوں کے موافق ہو، لیکن مطالبہ کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی رائے بھی وہی ہے، جو سب حضرات کی ہے۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے انکار پر اور آپ ﷺ کے ارشاد ماترکناہ فھو صدقة (جو ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے) پر ان دونوں حضرات نے متفقہ طور پر اپنی ولایت میں جاگیر کو لے لیا تھا۔ تو اب آپس میں جھگڑا پیدا ہو جانے کی کیا وجہ ہے، جس کی وجہ سے تلخ کلامی کی نوبت آئی اور اب تقسیم کی استدعا کس وجہ سے تھی، تو جواب یہ ہے کہ یہ بات تو متحقق ہوگئی کہ میراث جاری نہیں ہوتی، پھر ان دونوں حضرات کا آپس میں تقسیم کے مطالبہ کی وجہ یہ تھی کہ کیفیت خرچ میں ان دونوں حضرات میں کثرت سے اختلاف ہوتا تھا۔

حضرت عباسؓ نہایت منتظم اور مدبّر تھے۔ دور اندیش تھے، وہ ہر مال کو نہایت احتیاط سے خرچ فرمانا چاہتے تھے۔ حضرت علیؓ نہایت فیاض، سخی، زاہد اور متوکل تھے۔ آنحضرت ﷺ کی طرز پر جو آیا فوراً تقسیم کر دینا چاہتے تھے۔ اس لئے دونوں حضرات میں ہر وقت کشاکشی پیش آتی تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں دارقطنی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات کا آپس کا اختلاف میراث میں نہیں تھا، بلکہ تولیت اور مصارف کے بارے میں تھا۔ حضرت عمرؓ تولیت کو بھی علیحدہ اس لئے نہیں کرنا چاہتے تھے کہ بعد میں میراث بن جانے کا احتمال تھا۔ استدلال میں گنجائش ملتی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا۔ ابتداءً اگرچہ اہلِ بیت حضرات کا خیال یہی تھا کہ یہ میراث ہے، مگر اخیر میں ان حضرات کی رائے بھی شیخینؓ کی رائے کے موافق ہوگئی تھی۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس کو اسی طرح باقی رکھا۔ ورنہ اگر وہ میراث سمجھتے تو اپنی خلافت کے دور میں اسے تقسیم کر دیتے۔ ابتداء میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی مشترک تولیت رہی۔

Marfat.com

حضرت عثمانؓ کے دور میں پھر حضرت حسینؓ اور پھر حسین بن علیؓ کے قبضہ میں رہی۔

تفصیلی قصہ :

وفی الحدیث قصة طویلة 'یہ وہی قصہ ہے جس کی طرف نمبر ۳ پر ابوالبختریؓ کی روایت میں بھی اشارہ گزر چکا ہے۔ قصہ طویل ہے اور حدیث کی تقریباً سب کتب میں مختصر یا مفصل نقل کیا گیا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث سے اس کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے اور توضیح کے طور پر فتح الباری وغیرہ سے دوسری روایات میں جو اضافے ہیں، وہ بھی بقدرِ ضرورت ساتھ ہی ذکر کیے جا رہے ہیں۔

مالک بن اوسؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں تھا۔ دن کچھ چڑھ گیا تھا کہ حضرت عمرؓ کا قاصد مجھے بُلانے آیا۔ میں حاضرِ خدمت ہوا تو حضرت عمرؓ ایک بوریے پر بیٹھے ہوئے تھے، جس پر کوئی اور کپڑا اچھا ہوا نہ تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہاری قوم کے کچھ ضرورت مند لوگ آئے تھے، میں نے ان کو کچھ دینے کو کہہ دیا ہے، تم اس کو لے جا کر ان پر تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ تقسیم کے لئے کسی اور کو تجویز فرما دیتے تو اچھا تھا۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں تم ہی تقسیم کر دو۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ کے خادم جن کا نام برفا تھا، حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت عثمانؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زبیرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔

بعض روایات میں حضرت طلحہؓ کا بھی نام ہے۔ حضرت عمرؓ نے اجازت دیدی۔ یہ حضرات تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں برفا دوبارہ آئے اور عرض کیا کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اجازت فرما دی۔ وہ دونوں حضرات تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو ظالم کے علاوہ اور بھی کچھ سخت لفظ کہے۔ دونوں حضرات میں آپس میں سخت کلامی ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ وغیرہ حضرات جو پہلے سے بیٹھے تھے، انہوں نے ان کی تائید اور سفارش کی کہ آپ ان کا فیصلہ ضرور کر دیجئے اور ہر ایک کو دوسرے سے نجات دیجئے۔ مسلم کی روایت میں

Marfat.com

یہ بھی ہے۔ مالک بن اوسؓ کہتے ہیں کہ مجھے ان کی سفارش اور تائید کے انداز سے یہ خیال ہوا کہ ان دونوں حضرات نے ان سب حضرات کو اپنی تائید ہی کے لئے آگے بھیجا تھا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا ٹھہرو۔ اس کے بعد اُس جماعت کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ تم کو اُس پاک ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، جس کے حکم سے آسمان زمین قائم ہیں، کیا تم کو معلوم ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔ اُس جماعت نے اقرار کیا کہ بے شک حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ ان دونوں حضرات' عباسؓ اور علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح ان سے بھی قسم دے کر دریافت فرمایا۔ ان دونوں حضرات نے بھی اس کا اقرار کیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ غور سے سنو ! اللہ جل شانہ نے یہ فے کا مال (باغ وغیرہ) مخصوص طور پر حضور اکرم ﷺ کو دیا کسی دوسرے کی اس میں شرکت نہ تھی، لیکن حضور اکرم ﷺ نے اس کو اپنے لئے مخصوص نہیں فرمایا، بلکہ تم لوگوں پر تقسیم فرمایا اور بہت تھوڑا حصہ زمین کا اپنے اور اپنے عیال کے گزران کے لئے رکھا اور اس میں بھی گھروں میں تھوڑا سا دینے کے بعد جو بچتا، وہ اللہ کے راستہ میں خرچ فرما دیتے تھے ۔ میں تم لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا ایسے ہی تھا یا نہیں؟ اوّل ان پانچوں حضرات کو قسم دے کر اس کی تصدیق کرائی، اس کے بعد ان دونوں حضرات سے قسم کر کے تصدیق کرائی، پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا اور ابو بکرؓ خلیفہ بنے اور انہوں نے اس سب پیداوار میں اُسی طرز کو جاری رکھا جو حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا اور اللہ پاک کی قسم ابو بکرؓ اپنے اس رویّہ میں نیکی پر تھے۔ راہِ راست پر تھے، حق کا اتباع کرنے والے تھے، لیکن تم لوگوں نے ان کو چناں چنیں سمجھا۔ تم (حضرت عباسؓ) اپنے بھتیجے (ﷺ) کی میراث طلب کرنے اور تم (حضرت علیؓ) اپنی بیوی کے حصہ کا مطالبہ کرنے آئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضور ﷺ کا ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، سنایا تم نے ان کی بات کو صحیح نہ سمجھا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے وفات پائی اور میں خلیفہ بنا اور اپنی خلافت کے ابتدائی دو سال تک حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

طریقہ کے موافق اس میں عمل کرتا رہا اور اللہ جل شانہٗ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے اس طرز میں سچا ہوں۔ نیکی پر عمل کرنے والا ہوں۔ حق کا اتباع کرنے والا ہوں۔ اُس کے بعد تم دونوں میرے پاس آئے اور وہی ایک کلمہ ایک بات بھتیجے کی میراث کا مطالبہ اور بیوی کا حصہ۔ میں نے تم سے حضور اکرمؐ کا ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، سنا دیا۔ اس کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ بطور تولیت کے تمہارے حوالے کر دوں تو میں نے عہد و پیمان لیا کہ تم اس میں اُسی طرح عمل درآمد کرو گے، جس طرح حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دو برس تک میں خود عمل کرتا رہا ہوں، تم نے اس کو قبول کیا اور اس طرح میں نے اس کو تمہارے حوالہ کیا۔ تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا میں نے اسی طرح حوالہ نہیں کیا تھا ؟ اس جماعت نے بھی اس کا اقرار کیا اور ان دونوں حضرات نے بھی اس کا اقرار کیا۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب تم اس کے خلاف مجھ سے فیصلہ کرانا چاہتے ہو۔ اُس ذات کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ اس کے خلاف ہرگز فیصلہ نہ کروں گا، اگر تم اس کے انتظام سے عاجز ہو، تو مجھے واپس کر دو، میں خود انتظام کر لوں گا۔

یہ ہے وہ طویل قصہ جس کی طرف امام ترمذیؒ نے اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں طویل قصہ ہے۔ اس میں چند اُمور قابلِ لحاظ ہیں۔

(۱) حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو ظالم وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا اور دونوں حضرات میں سخت کلامی ہوئی۔ یہ چیز بظاہر مستبعد معلوم ہوتی ہے، مگر ایک تو حضرت عباسؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چچا ہیں۔ اس حیثیت سے ان کو تنبیہ کا حق ہے۔ دوسرے جب وہ حضرت علیؓ کو ناحق سمجھ رہے ہیں، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے، تو ان کے فعل کو ظلم سمجھنا ہی چاہئے۔

(۲) یہ کہ جب حضرت عباسؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حدیث معلوم تھی، جیسا کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے سوال پر اقرار کیا تو کیوں حضرت ابو بکرؓ سے مطالبہ کیا اور کیوں حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ پہلے سے معلوم نہ تھی۔ حضرت ابو بکرؓ کے کہنے سے معلوم ہوئی تو پھر جب حضرت ابو بکرؓ اس حدیث کی وجہ سے انکار فرما چکے تھے، تو پھر حضرت عمرؓ سے دوبارہ کیوں سوال کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تو یقیناً ان کو معلوم

Marfat.com

تھی، مگر بظاہر اس حدیث کو وہ مخصوص سمجھتے تھے۔ مثلاً درہم اور دینار ہی کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہوں، جیسا کہ پہلے ایک حدیث میں ان دونوں کا ذکر آ چکا ہے، لیکن اور سب حضرات کے نزدیک یہ حدیث سب چیزوں کو شامل ہے، جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں جو کچھ میں چھوڑوں، وہ صدقہ ہے کا لفظ آیا ہے۔ اس صورت میں حضرت ابوبکرؓ سے اولاً سوال اپنے اس خیال کے موافق ہو کہ یہ حضرات اس کو خصوصیت پر سمجھتے تھے اور اس کے بعد دوبارہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ان سے سوال اس خیال سے ہو کہ شاید حضرت عمرؓ کی رائے ان دونوں کے موافق ہو، یعنی حضرت عمرؓ بھی اس کو مخصوص خیال فرماتے ہوں، لیکن مطالبہ کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی رائے بھی وہی ہے، جو اور سب حضرات کی ہے اور حدیث کے الفاظ کا ظاہر بھی یہی ہے کہ یہ ارشاد سب چیزوں کو شامل ہے، کسی چیز کی تخصیص نہیں۔

یہاں ایک نہایت اہم اور ضروری چیز یہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ جب حضرات شیخینؓ کے متعلق ہم لوگ یہ سمجھے ہیں کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے پاک ارشاد کی وجہ سے میراث تقسیم کرنے سے معذور و مجبور تھے اور باوجود ان حضرات کے اصرار کے تقسیم نہ فرمایا، وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان اکابر کی شان میں کسی قسم کا سوءِ ظن کرنا کہ جب مال کی وجہ سے بار بار اصرار کرتے تھے اور حضور اکرمؐ کے اس صاف اور صریح ارشاد کے خلاف عمل چاہتے تھے، انتہائی بے ادبی ہے۔ ان کا اصرار اس وجہ سے تھا کہ یہ حضرات اس کو ایک شرعی حق سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے اپنی تحقیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مخالفت کرنے والوں پر انکار کرتے تھے، جس کو حضرت عمرؓ نے اپنے اس کلام سے ظاہر کیا کہ تم نے حضرت ابوبکرؓ کو چناں چنیں سمجھا۔

(۳) یہ کہ جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے انکار پر اور حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بنتا، ان دونوں حضرات نے متفقہ طور پر اپنی ولایت میں لے لیا تھا، تو اب آپس میں جھگڑا پیدا ہو جانے کی کیا وجہ ہے، جس کی وجہ سے آپس میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور اب تقسیم کی استدعا کس وجہ سے تھی۔ جب کہ پہلے ہی سے تقسیم کا انکار ہوتا چلا آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیز تو متحقق ہو گئی تھی کہ اس میں میراث جاری نہیں

Marfat.com

ہوتی۔ اسی وجہ سے حضرات شیخینؓ نے انکار بھی کر دیا تھا اور ان حضرات نے قبول بھی کر لیا تھا۔ اس کے باوجود پھر ان دونوں حضرات کا آپس میں تقسیم کے مطالبہ کی وجہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے یہ ارشاد فرمائی تھی کہ کیفیتِ خرچ میں دونوں حضرات میں اکثر اختلاف ہوتا تھا۔ حضرت عباسؓ نہایت منتظم اور مدبر تھے۔ دور اندیش تھے۔ وہ ہر مال کو نہایت احتیاط سے خرچ فرمانا چاہتے تھے اور ضرورت کے مواقع کے لئے پس انداز اور ذخیرہ فراہم رکھنا چاہتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت فیاض، سخی، زاہد اور متوکل تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے طرز کے موافق جو آیا فوراً تقسیم کرا دینا چاہتے تھے کہ ایک درم بھی باقی نہ بچے اس وجہ سے دونوں حضرات میں ہر وقت کشاکشی پیش آتی تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں دار قطنی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات کا آپس کا اختلاف میراث کے بارے میں نہیں تھا، بلکہ تولیت اور مصارف کے بارے میں تھا کہ اس پیداوار کو کس طرح صرف کیا جائے۔ امام ابوداؤدؒ نے لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کی درخواست یہ تھی کہ اس مال کو دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا جائے، نہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے بعد اب میراث کا مطالبہ تھا۔

(۴) یہ کہ جب یہ حضرات تولیت علیحدہ کرنا چاہتے تھے، میراث نہیں چاہتے تھے تو پھر حضرت عمرؓ کو کیا مانع تھا۔ اس میں بظاہر کوئی اشکال نہ تھا کہ ہر ایک کا تولیت نامہ علیحدہ ہوتا، وہ اپنی رائے سے اپنی پیداوار کو جلدی یا بدیر تقسیم کرتا، اس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ اس صورت میں بعد میں میراث بن جانے کا احتمال تھا اور اس پر استدلال کی گنجائش ملتی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے پہلے فیصلہ سے رجوع کر لیا۔ اس لئے کہ دونوں میں نصف نصف تقسیم ہی میراث کی تقسیم تھی کہ آدھا بیٹی کا حصہ ہے، اور آدھا عصبہ ہونے کی وجہ سے چچا کا۔ اس لئے اگر یہ فیصلہ حضرت عمرؓ منظور فرما لیتے تو بعد میں آنے والوں کو اس جائداد کے میراث ہونے کے لئے حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ ہی دلیل اور حجت بن جاتا۔

(۵) یہ کہ ابتداء میں ان حضراتِ اہل بیت کا خیال اگرچہ یہی تھا کہ یہ میراث ہے اور اسی لئے اس کا حضرات شیخینؓ سے مطالبہ ہوا، مگر اخیر میں ان حضرات کی رائے بھی شیخینؓ کی

Marfat.com

رائے کے موافق ہوگئی تھی۔ اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس کو اسی طرح باقی رکھا، ورنہ اگر وہ میراث سمجھتے تو اپنی خلافت کے زمانے میں اُس کی تقسیم کر دیتے۔ ابتداء میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی مشترک تولیت رہی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں حضرت عباسؓ نے اس سے علیحدگی اختیار فرمالی۔ تنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قبضہ میں رہی، پھر حضرت حسنؓ کے پھر حضرت حسینؓ کے پھر علی بن حسینؓ کے (فتح الباری) یہ چند ضروری ابحاث مختصر طور پر اس قصہ کے متعلق ذکر کردی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی ابحاث اس میں ہیں، جن کو اختصار کی وجہ سے ترک کردیا گیا۔ (خصائل)

(۳۸۹/۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيْرًا قَالَ وَ اَشُكُّ فِي الْعَبْدِ وَالْاَمَةِ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں سفیان نے عاصم بن بہدلہ سے زر بن حبیش کے واسطہ سے یہ روایت بیان کی اور انہوں نے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ سے نقل کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے نہ دینار چھوڑا، نہ درہم، نہ بکری، نہ اونٹ۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے غلام اور باندی کے ذکر میں شک ہوگیا کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ نہ غلام، نہ باندی یا نہیں فرمایا۔

راوی حدیث (۶۷۴) عاصم بن بھدلہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

و اشک فی العبد والامۃ 'بخاری میں حضرت جویریہؓ سے روایت ہے، جس میں تصریح ہے۔ ولا عبداً و لا امۃ 'مگر اس روایت میں راوی کو تردد ہوگیا۔ اس لئے اس نے کلمہ تردید کے ساتھ اس پر متنبہ کردیا۔

Marfat.com

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ رُؤْیَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ

باب ! حضور اقدس ﷺ کے خواب میں دیکھنے کے بیان میں

لفظِ رویۃ اور رؤیا کا معنیٰ اور فرق :

الرؤیة ! مطلقاً دیکھنے کو کہتے ہیں، خواہ وہ بیداری میں دیکھنا ہو یا نیند میں، مگر الرؤیا صرف خواب میں دیکھنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ صاحب اتحافات اسی فرق کا ذکر اس عبارت میں کررہے ہیں) الرؤیة : تکون فی الیقظة و فی المنام، بخلاف الرؤیا فانها تکون فی النوم غالباً (اتحافات ص۴۰۶) جیسے قربة بمعنی مطلقاً تقرب کے اور قربیٰ بمعنیٰ رشتہ داری کے تقرب کے آتا ہے۔ باب ھذا میں فی المنام کی تصریح کی وجہ سے رویۃ کہا گیا ہے۔ باب ھذا کی غرضِ انعقاد خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارۃ و ملاقات کا بیان ہے۔ اس باب میں امام ترمذیؒ نے سات (۷) احادیث نقل فرمائی ہیں۔

حقیقتِ خواب :

(۱) بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ خواب 'محضِ خیالات' بے معنی چیز اور اضغاث احلام (پریشان خواب) ہیں۔ جو مختلف قسم کے اوہام اور خیالات کی ایک بے جوڑ سی غیر مرتب گھڑی ہوتی ہے، جس کی اصل حقیقت کوئی نہیں۔ یہ نظریہ جماعتِ فلاسفہ اور بعض متکلمین کا ہے، کہتے ہیں، یہ قوتِ متصرفہ کے جوڑنے اور توڑنے کا نتیجہ ہے۔ اس کی حقیقتِ متصلہ کچھ بھی نہیں، بلکہ یہ انتزاعات میں سے ہے۔

(۲) دوسرا نظریہ حکیموں اور طبیبوں کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خواب کا تعلق اِنسان کی جسمانی کیفیات سے ہے۔ اِنسانی بدن میں جونسا خلط بھی غالب ہوگا، خواب اسی کے مطابق نظر آئے گا۔ اگر بلغمی خلط غالب ہے، تو وہ خواب میں پانی والی اشیاء سمندر، دریا،

Marfat.com

نہریں، سیلاب، اور تیرنا ڈوبتا دیکھتا رہے گا۔ اور اگر بدن میں صفراوی خلط غالب ہے، تو وہ خواب میں آگ اور اس کے متعلقات جلنا، جلانا، اور جلتے بجھاتے ہوئے دیکھتا رہے گا اور اگر خلط سودا غالب ہے، تو وہ خواب میں اندھیرے، سیاہ ڈراؤنی چیزیں دیکھے گا اور اگر خون غالب ہے تو وہ سرور و مستیاں دیکھتا رہے گا۔ بہر حال اطباء کہتے ہیں کہ خواب کا تعلق جسمانی کیفیات کے ساتھ ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔

(۳) فلاسفروں کے نزدیک جو واقعات عالم میں رونما ہوتے ہیں۔ ان کی صورتِ مثالیہ فوٹو کی طرح عالم بالا میں منقوش ہے۔ اس لئے نفس کے سامنے ان میں سے کوئی چیز آتی ہے، تو اس کا انعکاس ہوتا ہے۔

منامی حقائق اور مسلکِ اہل سنت والجماعت :

(۴) اہل سنت کے نزدیک یہ تصورات ہیں، جن کو حق تعالیٰ شانہٗ بندہ کے دل میں پیدا کرتے ہیں، جو کبھی بواسطہ فرشتے کے پیدا کیے جاتے ہیں اور کبھی شیطان کے ذریعہ سے۔ علماء نے لکھا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) ایک تو اُس فرشتہ کے تصرف سے ہوتا ہے جو اس پر مقرر ہوتا ہے۔ یہ حق ہوتا ہے (۲) اور دوسرا شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ شیطان اپنے تصرف سے کچھ مثالیں اور تصویریں دکھاتا ہے۔ (۳) تیسرے نفسانی خطرات بھی اس کا سبب ہوتے ہیں کہ جس قسم کے خیالات جاگتے ہوئے آتے ہیں، وہی سوتے ہوئے دل میں گزرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے پاک ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ذکر کیا گیا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک رویا صالحہ یعنی مبارک خواب۔ یہ اللہ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔ دوسرا ڈراؤنا خواب جو شیطان کی طرف سے رنج پہنچانا ہوتا ہے۔ تیسرا خواب جو آدمی کے اپنے خیالات اور وساوس ہوتے ہیں۔ علماءِ تعبیر نے لکھا ہے کہ جو فرشتہ خواب دکھانے پر متعین ہے، اُس کا نام صدیقون ہے جو مثالوں سے آدمیوں کو خواب کی شکل میں سمجھاتا ہے۔ یہ عام خواب کے متعلق ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی زیارت اگر خواب میں ہو تو وہ تصرفاتِ شیطانی سے خالی ہوتی ہے۔

Marfat.com

خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد متعدد روایات احادیث میں آرہا ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا، اس نے حقیقۃً مجھ ہی کو خواب میں دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ میری صورت بنا لے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ایسی طرح کرے کہ جو حضور اکرم ﷺ کی شان کے مناسب نہیں ہے۔ مثلاً جو حلیہ شریف آپ ﷺ کا شروع کتاب میں گزرا ہے، اس کے خلاف دیکھے یا کوئی اور ایسی بات دیکھے جو آقائے نامدار ﷺ کی بیماری یا پریشانی وغیرہ کو ظاہر کرے یا کسی ایسے کام کا حکم کرتے یا منع کرتے ہوئے دیکھے جو خلافِ شرع ہو، یا شانِ نبویؐ کے مناسب نہ ہو تو وہ دیکھنے والے کی غلطی کوتاہی اور قصور کی بناء پر ہوتا ہے۔ اس کو شرّاح و مشائخ آئینہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں، کہ ایک شے کو اگر سرخ آئینہ میں دیکھو تو سرخ نظر آتی ہے اور سبز میں سبز، ایسے ہی سیاہ سفید اور لمبی چوڑی غرض مختلف الانواع نظر آتی ہے۔ اسی طرح خواب میں ذات تو نبی کریمؐ ہی کی نظر آتی ہے، لیکن اُس ذاتِ اقدسؐ کے ساتھ جو احوال و اوصاف نظر آتے ہیں، وہ خواب دیکھنے والے کے تخیل اور ادراک کا اثر ہے کہ جس قسم کے احوال خواب دیکھنے والے کے ہوں گے، ویسے ہی صفات کے ساتھ زیارت نصیب ہوگی۔ مثلاً بعض صوفیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ نبی کریمؐ اس کو دنیا کمانے کی ترغیب دے رہے ہیں تو اس میں دیکھنے والے کی ظلمت کا شمول ہے کہ وہ کسی مکروہ فعل کے ارتکاب میں بلا ارادہ مبتلا ہے۔ (خصائل)

(۳۹۰/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِيْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَايَتَمَثَّلُ بِيْ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو سفیان نے ابی اسحٰق کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے ابوالاحوص کے واسطہ سے نقل کی اور انہوں نے

Marfat.com

یہ حدیث صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے حقیقۃً مجھ ہی کو دیکھا ہے۔ اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

شیطان، حضور اقدس ﷺ کی شکل و صورت نہیں بنا سکتا :

من رآنی فی المنام ...... یعنی شیطان کو یہ قدرت، طاقت اور صلاحیت نہیں دی گئی ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی شکل و صورت اختیار کر سکے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں، وھذا معجزۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم (اتحافات ص ۴۰۶) اور یہ بھی حضور اقدس ﷺ کا معجزہ ہے۔

شیخ عبدالرؤفؒ تحریر فرماتے ہیں :

لانہ سبحانہ و تعالیٰ جعلہ رحمۃ للعالمین ھادیا للضالین محفوظا عن وسواس الشیاطین و اذا تنوّر العالم بنورہ و وجودہ رجمت الشیاطین لمیلادہ وھدمت بنیان الکھنۃ فکیف یتصور ان یتمثل الشیطان بصورتہ (مناوی ج۲ ص۲۹۱)

جبکہ حضور اقدس ﷺ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنایا، گمراہوں کے لئے ہادی بنایا ہر قسم کے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھا اور جبکہ آنحضرت ﷺ کے وجودِ انور کے نور سے کُل عالَم کو منوّر فرمایا اور حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت شیطانوں پر سنگباری کردی گئی اور اسی وقت کہانت کی بنیادوں کو گرا دیا گیا تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے اور تصور کیا جاسکتا ہے کہ شیطان (نعوذ باللہ) آنجنابؐ کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔

(۳۹۱/۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ حُصَیْنٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَایَتَصَوَّرُ اَوْ قَالَ لَا یَتَشَبَّهُ بِیْ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار اور محمد بن مثنیٰ نے یہ روایت بیان کی۔ وہ

Marfat.com

دونوں کہتے ہیں کہ ہم کو اسے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے شعبہ نے ابو حصین کے حوالہ سے اور انہوں نے ابوصالح کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا، اس نے حقیقۃً مجھ ہی کو دیکھا ہے۔ اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

راوی حدیث (۶۷۵) ابی حصینؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرماویں۔

ایک طے شدہ امر :

حق تعالیٰ جل شانہ، نے جیسا کہ عالمِ حیات میں حضور اقدس ﷺ کو شیطان کے اثر سے محفوظ فرما دیا تھا۔ ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بھی شیطان کو یہ قدرت مرحمت نہیں فرمائی کہ وہ آپؐ کی صورت بنا سکے۔ یہ امر طے شدہ ہے۔ اس کے بعد یہ بحث ہے کہ حضور اقدسؐ کی ذاتِ مبارکہ بعینہٖ نظر آتی ہے، یعنی یہ کہ دیکھنے والے میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذاتِ اقدس کی زیارت اپنی جگہ پر کرے یا صورت مثالی کی زیارت ہوتی ہے۔ جیسے کوئی شخص آڑ میں بیٹھ کر اپنے سامنے ذرا فصل سے ایک بڑا آئینہ رکھ لے اور دوسرا شخص جو اس آڑ کے پیچھے ہے، جو اس آئینہ کو دیکھے، تو اس آئینہ میں اس بیٹھنے والے شخص کی مثال ہوگی۔ بعینہٖ اس کی ذات آئینہ میں نہیں آ رہی ہے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ دونوں طرح زیارت ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو بعینہٖ ذاتِ اقدس کی زیارت ہوتی ہے اور بعض کو آئینہ کی طرح مثال کی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ دوسرے لوگوں کی صورت میں حضور اکرمؐ کی زیارت ہوتی ہے کہ گویا وہ آئینہ ہے نبی کریمؐ کی صورت کا۔

شیخ مدنیؒ کی تقریر :

اس حدیث کے ذیل میں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ارشاد فرماتے ہیں :

Marfat.com

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنجناب ﷺ کی صورت شیطانی تصرف سے محفوظ ہوتی ہے۔ جیسے حینِ حیات وہ شیطان آپ ﷺ کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ ورنہ بہت دشواری پیش آتی۔ معلوم ہوا کہ خواب میں سے جو شیطانی قسم ہے، وہ یہاں نہیں چل سکتی اور قوتِ متخیلہ بھی یہاں نہیں چل سکتی، تو تیسرا احتمال متعین ہوگیا، جو کچھ آپ ﷺ کو دیکھا حق ہے، تمام ائمہؒ کا اس پر اتفاق ہے۔ البتہ ایک جماعت متکلمین اور محدثین کی اس طرف ہے کہ آپ ﷺ کو خواب میں کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا۔ وہ ان روایات میں تأویل کرتے ہیں۔ یا سند کے اعتبار سے ان کو ضعیف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ قرطبی نے رسالہ تأویل الاحادیث میں وہ اشکال نقل کیا ہے کہ آنِ واحد میں شخصِ واحد امکنۂ متعدد میں نہیں دیکھا جاسکتا، مگر اس اشکال کا جواب گزر چکا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے معجزہ قرار دیا ہے کہ باری تعالیٰ درمیان سے پردے ہٹا لیتے ہیں۔ تب انسان دیکھ سکتا ہے، مگر اس کی ضرورت نہیں، کیونکہ جب عادت کے اعتبار سے ممکن ہے، تو پھر خرق عادت اور معجزہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

امرِ منامی کی شرعی حیثیت :

البتہ ایک اشکال یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو دیکھا، تو جو کچھ آپ ﷺ فرمائیں، اس پر عمل واجب ہو، اگر کوئی انکار کرے تو اس کی تکفیر کرنی چاہیئے۔ حالانکہ علماءِ اُمت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ امر خوابی کو فرض قرار دے اور بعض نے یہ بھی دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ظاہر شریعت کے خلاف حکم دیا۔ جواب یہ ہے کہ خواب میں جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا انسان اس کا مکلّف نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا جو حکم حینِ حیات میں ہے، وہ واجب العمل ہے۔ ارشادِ منامی کو ترک کیا جائے گا، اگر وہ معارض ہو، اگر معارض نہ ہو تو عمل کرنا جائز ہے، واجب نہیں۔

امام شاطبیؒ کا نقل کردہ قصہ :

چنانچہ شاطبیؒ نے کتاب الاعتصام میں ذکر کیا ہے کہ ایک مقدمہ کسی قاضی کے

Marfat.com

پاس پیش ہوا، مگر اس وقت اس نے فیصلہ نہ کیا، اٹھ کر چلا گیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں، اس مقدمہ کا فیصلہ نہ کرنا یہ محض کذب ہے۔ تو یہ اٹھ بیٹھا اور حیران رہ گیا کہ جب بیداری میں ان گواہوں کا تزکیہ ہو چکا ہے، تو ظاہر شریعت کو کیسے ترک کیا جائے۔ علماء کو جمع کیا، جنہوں نے فرمایا کہ تم ظاہر شریعت پر عمل کرو۔ اگر اس کو ایک حدیث بھی قرار دیا جائے، تو جو ظاہر احادیث ہیں، ان پر عمل کرنا ہوگا۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ کے زمانہ میں ایک طالب علم نے کہا کہ آنحضرت ﷺ مجھے فرماتے ہیں کہ تم شرح جامی نہ پڑھو۔ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ تمہیں شرح جامی پڑھنی پڑے گی۔ اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ بسا اوقات آنحضرت ﷺ کو اَشکال مختلفہ میں دیکھا جاتا ہے۔ تو جب وہ شکل حلیہ مبارک کے خلاف ہو، تو وہ زیارت نہ ہونی چاہیے۔ اور یہی من رانی سے نکالتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اپنے حلیہ میں دیکھا جائے۔ مگر جمہور اس کے خلاف ہیں کہ حلیہ مبارک آئینہ ہے۔ جس میں دیکھنے والے کو اپنی شکل نظر آتی ہے۔ اس لئے اسے اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ جس سے مقصود اس کو تنبیہ کرنا ہوتی ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے آپ ﷺ کو ہندوستان میں کوٹ پتلون پہنے ہوئے دیکھا۔ اس طرح ابن سیرینؒ کے زمانہ میں آپ ﷺ کو لیٹے ہوئے حالتِ وفات میں دیکھا، تو ابن سیرینؒ نے تعبیر دی کہ تم مسجد میں جا کر خلافِ سنت کرتے ہو۔ اس سے اماتتِ سنت مراد ہے۔ ذات میں تو تمثیل متخیّلہ ہو نہیں سکتی، مگر صفات میں ہو سکتی ہے۔ یہی امام غزالیؒ کی تحقیق ہے۔ قوۃ متخیلہ کی وجہ یہ ہے کہ ان الحس یغلط کثیراً (کہ حواس بہت غلطی کیا کرتے ہیں) اس کی مثال ایسے ہے جیسے ریل میں ہو تو درخت دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس مشاہدہ میں غلطی نہیں، لیکن قوۃ متخیلہ نے ایک حرکت جوڑ دی ہے اور اسی حس میں غلطی ہے۔

(۳۹۲/۳) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْجَعِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ قَالَ اَبُوْعِیْسٰی وَ اَبُوْمَالِکٍ هٰذَا هُوَسَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ اَشْیَمَ وَطَارِقُ بْنُ اَشْیَمَ هُوَمِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْرَوىٰ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ. وَسَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ حُجْرٍ يَقُوْلُ قَالَ خَلَفُ بْنُ خَلِيْفَةَ رَاَيْتُ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا غُلَامٌ صَغِيْرٌ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے خلف بن خلیفہ نے ابو مالک اشجعی کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت اپنے باپ سے نقل کی۔ ان کے باپ طارق بن اشیم سے یہ ارشادِ نبویؐ منقول ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا۔ اس نے حقیقۃً مجھ ہی کو دیکھا۔ اسلئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا

امامِ ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ابو مالک سعد بن طارق بن اشیم ہی ہیں اور طارق بن اشیم حضورؐ کے صحابی ہیں۔ اس نے کئی احادیث حضور ﷺ سے روایت کی ہیں اور میں نے علی بن حجر سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ خلف بن خلیفہ نے کہا کہ میں نے عمرو بن حریث جو کہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں، کو دیکھا اور میں چھوٹا بچہ تھا۔

راویانِ حدیث (۶۷۶) خلف بن خلیفہؒ (۶۷۷) ابی مالک الاشجعیؒ اور (۶۷۸) ابیہ طارق بن اشیمؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظ فرمائیں۔

من رآنی فی المنام ' مضمونِ حدیث سابقہ دونوں احادیث میں آچکا ہے۔

(۳۹۳/۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِيْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُنِيْ قَالَ اَبِيْ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ قَدْ رَاَيْتُهُ فَذَكَرْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقُلْتُ شَبَّهْتُهُ بِهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّهُ كَانَ يُشْبِهُهُ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبۃ بن سعید نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالواحد بن زیاد نے عاصم بن کلیب کے واسطہ سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے بیان کیا کہ انہوں حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھے خواب میں دیکھے، وہ حقیقۃً مجھ ہی کو خواب میں دیکھتا ہے۔ اس

Marfat.com

لئے کہ شیطان میرا شبیہ نہیں بن سکتا۔ کلیبؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے خواب میں زیارتِ اقدس میسر ہوئی۔ اُس وقت مجھے حضرت امام حسنؓ کا خیال آیا۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے اس خواب کی صورت کو حضرت حسنؓ کی صورت کے بہت مشابہ پایا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق فرمائی کہ واقعی حضرت حسنؓ آپ ﷺ کے بہت مشابہ تھے۔

راویان حدیث (۶۷۹) عبدالواحد بن زیادؒ اور (۶۸۰) عاصم بن کلیبؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

فذکرت الحسن ...... یہ حدیث بھی گذشتہ احادیث کے ہم معنیٰ ہے۔ البتہ اس میں اس قدر اضافہ ہے کہ خواب دیکھنے والے نے آپ ﷺ کو حضرت حسنؓ کے مشابہ پایا تو حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت علیؓ سے بھی یہ ارشاد نقل ہوتا چلا آ رہا ہے کہ الحسن اشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بین الصدر الی الرأس والحسین اشبہ النبی صلی اللہ علیہ و سلم ما کان اسفل من ذلک (مواہب ص ۳۰۱) یعنی حضرت حسنؓ سر سے سینہ تک اور حضرت حسینؓ سینہ سے نیچے آپ ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔ وھذہ الرؤیا تفید أن الرائی وھو کلیب رأہ قریباً الی حقیقتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (اتحافات ص ۴۰۷) (اس خواب سے معلوم ہوا کہ خواب دیکھنے والے حضرت کلیبؒ نے آپ ﷺ کو حقیقی صورت کے قریب ہی دیکھا تھا)

(۳۹۴/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَوْفُ ابْنُ اَبِیْ جَمِیْلَةَ عَنْ یَزِیْدَ الْفَارِسِیِّ وَ کَانَ یَکْتُبُ الْمَصَاحِفَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِی الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِی النَّوْمِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّتَشَبَّہَ بِیْ فَمَنْ رَاٰنِیْ

Marfat.com

فِی النَّوْمِ فَقَدْ رَاٰنِی هَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَنْعَتَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ فِی النَّوْمِ قَالَ نَعَمْ اَنْعَتُ لَکَ رَجُلًا بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ جِسْمِهٖ وَ لَحْمِهٖ اَسْمَرَ اِلَی الْبَیَاضِ اَکْحَلَ الْعَیْنَیْنِ حَسَنَ الضِّحْکِ جَمِیْلَ دَوَآئِرِ الْوَجْهِ قَدْ مَلَأَتْ لِحْیَتُهٗ مَا بَیْنَ هٰذِهٖ اِلٰی هٰذِهٖ قَدْ مَلَأَتْ نَحْرَهٗ قَالَ عَوْفٌ وَلَا اَدْرِیْ مَا کَانَ مَعَ هٰذَ النَّعْتِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ رَاَیْتَهٗ فِی الْیَقْظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ اَنْ تَنْعَتَهٗ فَوْقَ هٰذَا.

قَالَ اَبُوْعِیْسٰی وَ یَزِیْدُ الْفَارِسِیُّ هُوَ یَزِیْدُ بْنُ هُرْمَزَ وَهُوَ اَقْدَمُ مِنْ یَزِیْدَ الرَّقَاشِیِّ وَ رَوٰی یَزِیْدُ الْفَارِسِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَحَادِیْثَ وَ یَزِیْدُ الرَّقَاشِیُّ لَمْ یُدْرِکِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ یَزِیْدُ بْنُ اَبَانَ الرَّقَاشِیُّ وَهُوَ یَرْوِیْ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ وَ یَزِیْدُ الْفَارِسِیُّ وَ یَزِیْدُ الرَّقَاشِیُّ کِلَاهُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ وَ عَوْفُ بْنُ اَبِیْ جَمِیْلَةَ هُوَ عَوْفُ الْاَعْرَابِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ سُلَیْمَانُ بْنُ سَلْمِ الْبَلْخِیُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَیْلٍ قَالَ قَالَ عَوْفُ الْاَعْرَابِیُّ اَنَا اَکْبَرُ مِنْ قَتَادَةَ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے ابن ابی عدی اور محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم کو عوف بن ابی جمیلہ نے یزید فارسی کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی اور یزید فارسی کلام اللہ لکھا کرتے تھے یزید الفارسیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نیند میں دیکھا۔ اس وقت ابن عباس زندہ تھے۔ میں نے یہ خواب ابن عباسؓ کو بیان کیا، تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور پاک ؐ یقیناً فرماتے تھے کہ بیشک شیطان طاقت نہیں رکھتا کہ میری صورت پہ آ سکے۔ لہٰذا جس نے مجھے نیند میں دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیا تو اس (ﷺ) شخص کی صورت مبارک کو جسے تو نے خواب میں دیکھا ہے بیان کرنے کی طاقت رکھتا ہے کہا کہ ہاں میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ آپ ﷺ کا وجود مبارک اور قد مبارک دونوں درمیانہ اور معتدل تھے۔ رنگ مبارک گندمی مائل بسفیدی تھا، آنکھیں مبارک سرمگیں، خندہ رو، خوبصورت، گول چہرہ اقدس، گھنی داڑھی مبارک چہرۂ اقدس کو گھیرے ہوئے تھی۔ سینۂ پاک پر آئی ہوئی تھی۔ عوف کہتے ہیں کہ یزید الفارسی نے اور جو صفتیں بیان کیں، وہ مجھے یاد نہیں رہیں

Marfat.com

، پھر ابن عباس نے فرمایا (اے یزید الفارسی) اگر تو سید دوعالم ﷺ کو بحالتِ بیداری بھی دیکھتا تو اس توصیف سے بڑھ کر حلیۂ مبارک کے اوصاف نہ کر سکتا۔

راویان حدیث (۶۸۱) ابن ابی عدیؒ (۶۸۲) عوف بن ابی جمیلةؒ اور (۶۸۳) یزید الفارسیؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

توضیح :

یزید الفارسی نے حضور اقدس ﷺ کے حلیہ مبارک بیان کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو حضور اقدس ﷺ کی زیارت مبارکہ مقدسہ مطہرہ ومنورہ سے خواب میں مشرف ہوتا ہے۔

وہ بعینہٖ اسی طرح مشرف ہوتا ہے، جس طرح حضور اقدس ﷺ بنفسِ نفیس ہیں۔ شمائل ترمذی کے اولین باب میں حضور اقدس ﷺ کا تفصیل سے حلیہ مبارک نقل کیا گیا ہے۔ اس میں یہی صفات مبارک نقل ہوئے ہیں۔

(۳۹۵/۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الزِّنَادِ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِی ابْنِ شِهَابِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ اَبُوْقَتَادَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ یَعْنِیْ فِی النَّوْمِ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ.

ترجمہ : امامِ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ ابن ابی زناد نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ابن اخی ابن شہاب زہری نے اپنے چچا (ابن شہاب الزہری) کے واسطہ سے یہ روایت بیان کی۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے واقعی امر دیکھا۔

راوی حدیث (۶۸۴) ابن اخی ابن شہاب الزہریؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

رویت حق کا معنیٰ :

فقد رأی الحق ای فقد رأی رؤیا الحق وھی التی لیست مِن الشیطان ۔(اتحافات ص۴۰۹)
(یعنی اس نے بالکل سچا خواب دیکھا اور سچا وہی ہوتا ہے جو شیطان کی طرف سے نہیں ہوتا)
حق : یقین کرنے، واجب ہونے، ثابت ہونے کو کہتے ہیں۔ الحق اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے، کیونکہ وہی واجب، وہی ثابت اور حقیقۃً وہی موجود ہے۔ باقی سب چیزوں کا وجود مثل عدم کے ہے، جو زوال پذیر ہے۔ شارحینؒ نے اس حدیث شریف کے بہت معانی بیان فرمائے ہیں۔ حضرت ملا علی قاریؒ امام کرمانیؒ سے نقل کرتے ہیں :

ای الثابتة لا اضغاث فیه ولا احلام (جمع ج۲ص۲۹۸) یعنی یہ اسی طرح صحیح اور درست ہے، جس طرح کہ دیکھا گیا ہے۔ اس میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے ۔

الطیبیؒ فرماتے ہیں :الحق ھنا حق یہی ہے۔ زین العرب فرماتے ہیں، الحق ضد الباطل حق ضدِ باطل ہے۔ یعنی یہ خواب حق ہی ہے۔ حضرت علامہ موصوف فرماتے ہیں :

نعم یصح یراد به الحق سبحانه علی تقدیر مضاف ای رأی مظهر الحق او مظهره و من رانی فسیر الله سبحانه لان من رأی النبی صلی الله علیه و سلم فی المنام فسیراه یقظة فی دارالسلام فیلزم منه انه یر الله فی ذالک المقام ولایبعدان یکون المعنی من رانی فی المنام فسیری الله فی المنام فان رؤیتی له مقلمة او مبشرة لذالک المرام و قال الحنفی الحق مفعول به ای الامر الثابت الذی هو انا فیرجع الی معنی قوله فقد رانی ۔(جمع ج۲ص۲۹۸)

یعنی ہاں صحیح ہے، اگر بتقدیر مضاف اس الحق سے مراد حق سبحانہٗ وتعالیٰ مراد لیا جائے گویا مظہر حق کو دیکھا یا اس کے مظہر کو (یعنی حضور اقدس ﷺ ہی اس سبحانہٗ وتعالیٰ کے مظہر ہیں) اور جس نے مجھے دیکھا عنقریب اللہ جل جلالہٗ کو دیکھ لے گا۔ اس لئے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا خواب میں، تو عنقریب وہ بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت سے دار السلام میں مشرف ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ اللہ جل جلالہٗ کی زیارت اس مقام پر

Marfat.com

کرے گا اور یہ بھی محال نہیں ہے کہ اس کا یہ معنی ہو کہ جس نے مجھے نیند میں دیکھا تو وہ عنقریب اللہ تعالیٰ سبحانہ کو نیند میں دیکھے گا۔ بے شک حضور ﷺ کی زیارت اس امر کا پیش خیمہ اور خوشخبری ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سبحانہ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔

(۳۹۶/۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِىْ فِى الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِىْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِىْ قَالَ وَ رُءْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّ اَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی معلیٰ بن اسد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ روایت عبدالعزیز بن مختار نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ثابت سے حضرت انس بن مالکؓ کے حوالہ سے بیان کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے، اس نے حقیقۃً مجھ ہی کو دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مؤمن کا (وہ خواب جو فرشتہ کے اثر سے ہوتا ہے) نبوت کے چھیالیس جز میں سے ایک جز و ہوتا ہے۔

راویان حدیث (۶۸۵) معلیٰ بن اسدؒ اور (۶۸۶) عبدالعزیز بن المختارؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے :

و رؤیا المؤمن ...... گذشتہ روایات کی نسبت اس روایت میں یہی بات زائد ہے۔ شمائل ترمذی کے آخری باب کی یہ آخری روایت ہے۔ یہاں محض مومن کی قید ہے۔ بخاری شریف میں رؤیا صالح کی قید ہے۔ علماء و شارحینِ حدیث نے یہاں بہت زیادہ تفصیل سے علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ چونکہ اس کو علم نبوت کا ایک جزو فرمایا ہے، اور علوم نبوی انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اس لئے اس کو بھی انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص سمجھنا چاہئے۔ مجملاً اتنا معلوم ہونا کافی ہے کہ مبارک اور اچھا خواب ایک بڑی بشارت ہے، جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اتنا ہی اس کی شرافت اور عظمت و برکت کے لئے کافی ہے۔ باقی نبوت کے چھیالیس جزو نبی ہی صحیح طور پر معلوم کر سکتے ہیں۔ اس لئے وہی اس جزو کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چھیالیسواں جزو کیسے ہوا۔

Marfat.com

طالبانِ علومِ نبوت کے لئے دو خصوصی نصیحتیں

حضور اقدس ﷺ کے شمائل وخصائل، سیرت مبارکہ اور اس کے متعلقات سے روایات، ترتیبِ ابواب واحادیث اختتام پذیر ہوئے۔ آخر میں امام ترمذیؒ طالبانِ علوم نبوت کے لئے خصوصی تنبیہ ونصیحت اور خیر خواہی وفلاح کے پیش نظر دو اثر نقل کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کے آخر میں کلمتان حبیبتان کا اندراج فرما کر ذکر الٰہی کی اہمیت ومطلوب ہونے پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اسی طرح امام ترمذیؒ آخر میں دو اثر نقل کر کے بعض اہم اہداف کو ملحوظ رکھنے کی نصیحت کرنا چاہتے ہیں۔

منقولات کے اتباع کا اہتمام :

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَکِ اِذَا ابْتُلِیْتَ بِالْقَضَآءِ فَعَلَیْکَ بِالْاَثَرِ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن علی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی قاضی اور فیصل کنندہ بننے کی نوبت آئے تو منقولات کا اتباع کی جیو۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ:

یہ اثر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے منقول ہے، جو بڑے ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ فقیہ بھی ہیں اور محدث بھی، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ صوفیاء میں بھی ان کا مقام بلند ہے۔ بڑے زاہد، عابد اور متقی وپرہیز گار ہیں۔ حفاظ حدیث میں بھی ان کا شمار اوائل میں ہوتا ہے۔ ان کی سیرت وسوانح پر بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ احقر نے بھی علماءِ احناف کے تذکرہ میں ان پر خصوصیت سے رسالہ لکھا ہے، جو کئی مرتبہ چھپ کر تقسیم ہو چکا ہے۔

Marfat.com

اتباعِ سنت کی تاکید :

اذا ابتلیت بالقضاء ...... یعنی جب تو قضا کے ساتھ آزمایا جائے‘ قاضی‘ جج‘ فیصل کنندہ بننے کی نوبت آئے تو اثر یعنی منقولات کی پیروی کی جیو‘ یعنی حضور اقدس ﷺ کے ارشادات‘ خلفائے راشدین کے اقوال پر عمل کرنا ہے۔ تاکہ گمراہی کے دلدل میں پھنسنے سے بچا جا سکے۔ اثر سے مراد حدیث بھی ہے، صحابہ و تابعین کے اقوال بھی اور افعال بھی۔

عبد اللہ بن مبارکؒ کی یہ نصیحت قضا سمیت زندگی کے تمام حالات و معاملات کو شامل ہے۔ امام ترمذیؒ اس بات پر بھی تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ امامِ ترمذیؒ نے اپنی کتاب کو دو اثروں پر ختم کیا۔ جو حقیقت میں دو نصیحتیں ہیں اور مہتم بالشان تنبیہات ہیں۔

امام بخاریؒ نے کلمتان حبیبتان عند الرحمن ثقیلتان فی المیزان خفیفتان علی اللسان سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم. (دو کلمے ہیں جو اللہ کو پیارے ہیں وزن میں بھاری ہیں اور زبان پر ہلکے اور آسان ہیں (وہ دو کلمے) سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم ہیں) ان کا مقصد یہ ہے کہ ذکر الٰہی مطلوب ہے۔ اور امام ترمذیؒ متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ طالب علم کے لئے تحصیلِ علمِ حدیث ضروری ہے اور خصوصاً جب قاضی بننا ہو۔ امام شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قدوہ (مقتدیٰ) وہ نہیں ہو سکتا، جو کہ محدث، مفسر، فقیہ اور صوفی نہ ہو۔ تو پہلے اثر میں یہ نصیحت ہے کہ دین کا مدار آنحضرت ﷺ کے اتباع پر ہے۔ لہٰذا ہر فیصلہ میں حضور اکرم ﷺ کا اتباع کرنا چاہے۔

گذشتہ باب سے مناسبت :

گذشتہ باب سے بھی اس کو ایک خاص مناسبت ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ خواب کی تعبیر بھی ایک فیصلہ ہے۔ اس لئے اُس میں بھی اپنی رائے سے غتربود نہ کرنا چاہئے، بلکہ اسلاف کی تعبیروں کو دیکھنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعینؒ سے بکثرت خوابوں کی تعبیریں نقل کی گئی ہیں۔ فن تعبیر کے علماء نے لکھا ہے کہ تعبیر دینے والا شخص ضروری ہے کہ سمجھ دار متقی، پرہیز گار کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ کا واقف ہو۔ عرب

Marfat.com

کی لغات اور زبان زد مثالوں کو جانتا ہو، وغیرہ وغیرہ۔ بہت سی شرائط اور آداب علمِ تعبیر کی کتابوں میں لکھے ہیں۔

علم حدیث میں اُستاد کا انتخاب :

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْفٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْن قَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ۔

ترجمہ : امامِ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن علی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اسے نضر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر ابن عوف نے دی۔ انہوں نے اسے ابن سیرین سے نقل کیا۔ ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ علم حدیث (اور ایسے ہی اور دینی علوم سب) دین میں داخل ہیں۔ لہٰذا علم حاصل کرنے سے قبل یہ دیکھو کہ اس دین کو کس شخص سے حاصل کر رہے ہو۔

علم الحدیث' دین ہے :

هذا الحديث دين ...... یہ دوسرا قول امام ابن سیرینؒ کا ہے جو تعبیر الرؤیا کے بہت بڑے امام تھے۔ بہت بڑے محدث' زاہد' عابد' فقیہ اور مجتہد تھے۔ سید التابعین ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ سے تعلیم و تربیت کی سعادت حاصل کی۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ علم حدیث دین ہے اور دین کا مدار ہے۔ حدیث' قرآن کی تفصیل و تشریح اور عملی تعبیر و تفسیر ہے۔ لہٰذا استاذ کا انتخاب بھی اسی نسبت و معیار سے کیا جائے کہ وہ متدیّن ہو' عالم ہو' عامل ہو' اور متقی و پرہیز گار ہونے کے ساتھ ساتھ منشأ نبوت کو سمجھتا ہو۔

تکمیل روایت :

یہ دراصل ایک مرفوع حدیث کا حصہ ہے۔ علامہ علی قاریؒ نے اسے اپنی کتاب میں مکمل نقل کر دیا ہے۔ اِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ دِيْنٌ وَالصَّلٰوةُ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ هٰذَا الْعِلْمَ وَ كَيْفَ تُصَلُّوْنَ هٰذَا الصَّلٰوةَ فَاِنَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (جمع ج۲ ص۳۰۲)

یعنی علم حدیث بھی دین ہے۔ لہٰذا اچھی طرح جانچ لو، پرکھ لو کہ یہ علم تم کن لوگوں

Marfat.com

سے حاصل کر رہے ہو، اور نماز کس طریقہ سے ادا کر رہے ہو، کیونکہ ان کے متعلق قیامت کے روز تم سے پوچھا جائے گا۔

امامِ ترمذیؒ کی غرضِ ایرادِ اثر :

امام ترمذیؒ امام ابن سیرینؒ کے قول کی روشنی میں ادھر توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ ہر کس و ناکس، فاسق و فاجر سے علم حدیث حاصل نہ کرو، بلکہ استاذ کو دیکھو، اس کے علم، اس کے دین، اس کے اعتقاد، مسلک، عمل اور تقویٰ و دیانت کو پرکھو، اگر علم و عمل میں کوتاہی کرتا ہے یا بے دین اور بدعمل ہے، تو وہ قابل اتباع نہیں ہے، اس کی صحبت کے برے اثرات مرتب ہوں گے۔ ادھر بھی توجہ دلائی کہ خود رائی، عجب، عقل و ذہانت پر غرور اور گھمنڈ، مضرت رساں ہے، بلکہ احادیث، صحابہؓ کے اقوال، تابعینؒ کے ارشادات اور اکابر و علماء اور صلحاء کے ہدایات کی پیروی کرنی چاہئے۔

باب سے مناسبت :

اس حدیث کو باب سے بھی خاص مناسبت ہے کہ تعبیر الرؤیا، ایک خاص علم ہے اور نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے۔ اس کا تعلق بھی علم سے ہے۔ گویا خواب کی تعبیر ایک علمی فیصلہ ہوتا ہے۔ اسی لئے اس میں اپنی رائے اور اپنی تعبیرات سے بچا جائے۔ اسلاف کی تعبیروں سے استفادہ کرنا چاہئے، چونکہ یہ تعبیر مہتم بالشان ہے۔ اس لئے جس پر اعتماد کر کے تعبیر لے رہے ہو، اسے بھی دیکھا کرو کہ وہ اس کا اہل بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ علماء فرماتے ہیں کہ تعبیر دینے والا شخص سمجھ دار ہو، علم تعبیر الرؤیا سے مناسبت رکھتا ہو۔ متقی و پرہیز گار ہو، سنت رسولؐ اور علم حدیث سے واقف ہو، محاورہ، لغت اور مروّجہ امثال کو بھی خوب جانتا ہو۔ شیخ عبدالرؤفؒ رقمطراز ہیں : واخرج الشافعی عن عروۃ انه کان یسمع الحدیث فیستحسنه ولا یرویه لکونه لایثق ببعض رواته لئلا یأخذ عنه (مناوی ج ۲ ص ۳۰۲) یعنی حضرت عروۃؒ غیر عامل شخص سے روایت تو لیتے تھے، لیکن اس کو آگے نہیں بیان کرتے تھے کہ کہیں لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اس کو مقتدیٰ نہ بنالیں۔

Marfat.com

شیخ ابراہیم البیجوریؒ مواہب ص ۳۰۵ میں ارشاد فرماتے ہیں :

انما ختم المصنف رحمه الله تعالیٰ کتابه بهذین الأثرین اشارة الی الحث علی اتقان الحدیث و الإکثار منه و بذل الجهد فی تحصیله و ختمه بذلک نظیر الابتداء فی أکثر کتب الحدیث بحدیث انما الاعمال بالنیات احسن الله البدأ والختام بجاه النبی علیه الصلوٰة والسلام و آله و اصحابه السادة الکرام و جمعنا و ایاهم فی دارالسلام بسلام و الحمد لله رب العالمین و هو حسبی و نعم الوکیل ولاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم (اور مصنفؒ کی غرض اپنی کتاب (شمائل) کو ان دو آثار پر ختم کرنے سے علماء اور طلباءِ حدیث کو ضبط و اتقانِ حدیث اور کثرتِ روایات اور اس کے تعلیم و تعلم میں خلوص نیت اور پوری جد و جہد محنت اور کاوش پر برانگیختہ کرنا مقصود ہے اور اس طرز اختتام میں ان محدثین کرام کی مشابہت بھی جنہوں نے کتبِ حدیث میں ابتداء و آغاز انما الاعمال بالنیات سے کر کے طلبہ علومِ دینیہ کو ان کے حصول میں خلوص نیت کی ترغیب دلانی مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ ابتداء و اختتام کو بحرمت النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام احسن اور بہتر بنادے آمین۔ وصلی الله علیه وعلی آله واصحابه السادة الکرام وجمعنا وایاهم فی دارالسلام والحمدلله رب العالمین وهو حسبی ونعم الوکیل ولا حول ولا قوة الا باالله العلی العظیم)

==============================

آج بعد از نماز مغرب بروز جمعۃ المبارک ۱۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ/ بمطابق ۷/ مئی 2004ء شرح شمائل ترمذی کی جلد ثانی بھی تکمیل پذیر ہوئی۔ یہ خالص اللہ ہی کا فضل و کرم، اسی کی توفیق و عنایت لُطفِ بے غایت اور حضور اقدس ﷺ سے ایک ادنیٰ امتی ہونے کی حیثیت سے نسبت کی برکت ہے۔ والحمد لله علی ذلک حمداً کثیراً ......

کہاں میں کہاں یہ نگہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

صلی الله علیٰ خیر خلقه محمد و آلهٖ و صحبه اجمعین

خصائل اور شمائل نبوی ﷺ

پر

مولانا عبدالقیوم حقانی

کی علمی اور عظیم تاریخی کاوشیں

	نام کتاب	صفحات
۱	شرح شمائل ترمذی (۳ جلد مکمل)	۱۶۰۸
۲	جمالِ محمد ﷺ کا دلربا منظر	۲۰۶
۳	روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں	۱۵۶
۴	ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضَو افشانیاں	۲۱۰
۵	آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں	۲۰۲
۶	محبوبِ خدا ﷺ کی دلربا ادائیں	۱۹۷
۷	محبوبِ خدا ﷺ کی عبادت واعتدال	۱۸۷
۸	خصائل نبوی ﷺ کا دلآویز منظر	۱۶۶
۹	شمائل نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقع	۱۵۳

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

فون وفیکس ! (0923)630237---630094

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کا دلرُبا منظر

مولانا عبدالقیوم حقانی

محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوۂ جہاں آراء چہرۂ انور کی صباحت و ملاحت جسمِ اطہر کی خوبصورتی' زلفوں' ناک' دَہن' رخسار' کاندھوں' انگلیوں کے پوٹوں' دانتوں' جوڑوں' الغرض تمام اعضاء واندام کا تناسب ونورانیت' قد وقامت کا اعتدال' نگاہوں کا حسن و جمال' معتدل رفتار' خاندانی تفوق وامتیاز' محبوبیت اور ہیبت وجلال' مہر نبوت کا تعارف اور دلچسپ تفصیلات' شمائل ترمذی کی (۲۲) احادیث کی مفصل تشریح وتوضیح کی روشنی میں جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین وایمان افروز اور دلرُبا منظر ......

صفحات : 206 .... قیمت : -/120 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ
سرحد پاکستان ...... فون :630237(0923) فیکس : 630094

Marfat.com

سوانحِ مجاہدِ ملت

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی

رحمۃ اللہ علیہ

از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

تذکرہ وسوانح، تحصیلِ علم و تکمیل، خدمت علم و تدریس دعوت و جہاد، شخصیت و کردار، اخلاص وللّٰہیت، صبر واستقامت فقر وایثار، خوش طبعی ولطائف، روحانی مقام اور اوراد ووظائف، فرقِ باطلہ کا تعاقب، قادیانیت، شرک وبدعت اور روافض کا رد، تحریکِ ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار، قومی وملی اور سیاسی خدمات اور سفرِ آخرت کی ایمان افروز داستان ...... شاندار طباعت، کمپیوٹر کمپوزنگ، مضبوط جلد بندی اور دیدہ زیب کمپیوٹرائز ٹائٹل۔

صفحات 227 .... قیمت : =/90روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین پیش کش

اماں جی مرحومہ و مغفورہ

تحریر !

مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز' روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی داستان' جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔ چار رنگہ کمپیوٹرائزڈ خوبصورت ٹائٹل، شاندار طباعت، مضبوط جلد بندی اور نفیس کاغذ میں چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ خواہشمند حضرات القاسم اکیڈمی سے طلب کر سکتے ہیں۔

صفحات : 135 .... قیمت : 75 روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی ایک اور عظیم تاریخی پیشکش

معروف سکالر، عظیم داعی، مفسّر قرآن، شارحِ حدیث

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ کے علمی و دینی مکتوبات کا مجموعہ

کشکولِ معرفت

(مکمل)

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

علم و عمل، دین و دنیا، مسنون وظائف، مفید کتابوں کا تعارف، مغربی سیاست کی مضرت، دینی سیاست کی ضرورت، تصوف و سلوک اور شریعت و طریقت کی جامعیت کا دلچسپ مرقّع

صفحات : 458 .... قیمت : -/180 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

توضیح السنن

شرح

آثار السنن للامام النیموی رحؒ

(دو جلد مکمل)

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

آثار السنن سے متعلق مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تدریسی، تحقیقی، درسی افادات اور نادر تحقیقات کا عظیم الشان علمی سرمایہ، علم حدیث اور فقہ سے متعلق مباحث کا شاہکار، مسلک احناف کے قطعی دلائل اور دلنشین تشریح، معرکۃ الآراء مباحث پر مدلل اور مفصل مقدمہ اور تحقیقی تعلیقات اس پر مستزاد۔

کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی اور اب نئے کمپیوٹرائزڈ چار رنگہ ٹائٹل، ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار، اساتذہ، طلباء اور مدارس کے لئے خاص رعایت۔

صفحات : 1376 ......ریگزین ...... قیمت : 600روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی ایک تاریخی پیشکش

سوانح شیخ الاسلام

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

☆ سلسلۂ نسب، ابتدائی تعلیم، اساتذہ اور دلچسپ واقعات ☆ احترام اساتذہ، شیخ الہند ؒ سے عشق ومحبت اور دورانِ اسارت خدمت ومصاحبت ☆ شیخ الہند ؒ کا جانشین ☆ سیرت وکردار، اخلاص وللّٰہیت، جود وسخا، بے نیازی واستغناء اور جامعیت ☆ اندازِ تدریس، درسِ حدیث سے عشق وانہماک، طلبہ پر شفقت ومحبت، محدث شانہ جلالتِ قدر اور بعض درسی افادات ☆ خوفِ خدا، تقویٰ، ایثار وتوکل، اعلیٰ اخلاقی اقدار، خدمت خلق اور مہمان نوازی ☆ انابت وعبادت، نماز سے محبت اور شوقِ تلاوت ☆ حضور اقدس ﷺ سے عشق ومحبت، اطاعت، اتباع سنت اور استقامت ☆ سادگی وبے نفسی، صبر وتحمل، عفو وکرم اور تواضع وخاکساری ☆ احسان وتصوف اور سلوک ومعرفت میں عظمتِ مقام، مرجعیت، محبوبیت اور فنائیت ☆ وعظ وخطابت، ارشادات وملفوظات اور ایمان افروز باتیں ☆ رویائے صالحہ اور کرامات ☆ ذوق شعر وادب اور پسندیدہ اشعار ☆ مکتوبات ☆ لطائف وظرائف ☆ حضرت مدنی ؒ کا سفر آخرت ☆ خوانِ یغما ...... اور اس جیسے دیگر دلچسپ واقعات کا حسین مرقع۔

صفحات : 272 .... قیمت : 120 روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیفات

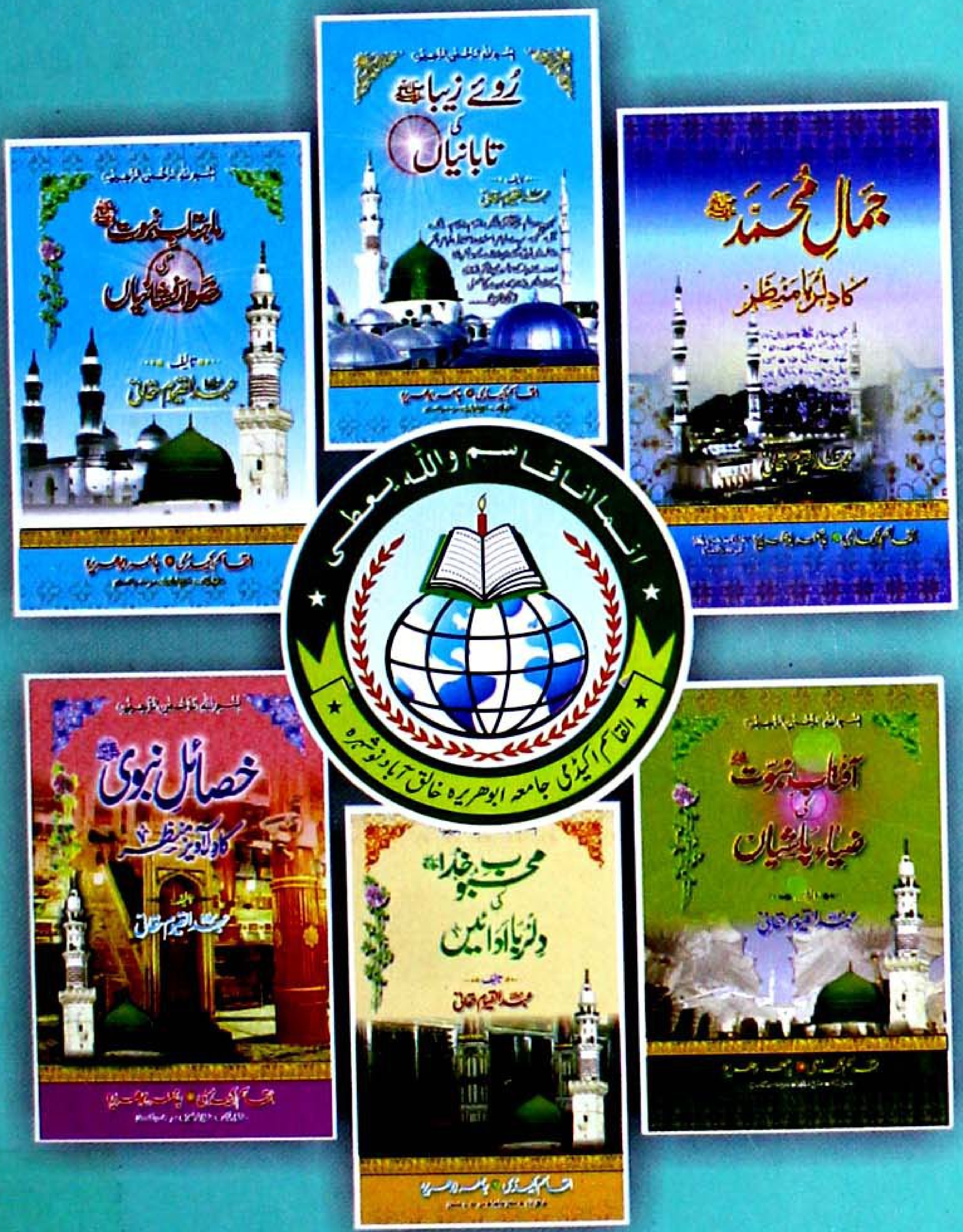

Marfat.com